امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 7 فروری 2019ء بمطابق جمادی الثانی 1440ھ شمارہ 12

وقت
اڑتا بھی ہے
چلتا ہی نہیں

طالبان مذاکراتی ٹیم کا ڈھانچہ

ماسکو کانفرنس اور جہاد کی فتح

کابل انتظامیہ سے مذاکرات کیوں نہیں؟

دور حاضر میں ماہنامہ شریعت کی ضرورت

طالبان کی فوجی اور سیاسی کامیابیاں

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عن معاذ بن آنس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من حمی مؤمنا من منافق بعث اللہ ملکا یحمی لحمہ یوم القیامۃ من نار جہنم ومن رمیٰ مسلماً بشئ یرید بہ شینہ حبسہ اللہ علیٰ جسر جہنم حتی یخرج مما قال۔ [رواہ ابو داؤد]

سیدنا معاذ بن آنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی بددین منافق کے شر سے بندۂ مومن کی حمایت کی [مثلاً کسی شریر بددین نے کسی مومن بندے پر کوئی الزام لگایا اور کسی باتوفیق مسلمان نے اس کی مدافعت کی] تو اللہ تعالیٰ قیامت میں ایک فرشتہ مقرر فرمائے گا جو اس کے گوشت [یعنی جسم] کو آتش دوزخ سے بچائے گا۔ اور جس کسی نے کسی مسلمان بندے کو بدنام کرنے اور گرانے کے لئے اس پر کوئی الزام لگایا تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کے پل پر قید کر دے گا اس وقت تک کے لئے وہ اپنے الزام کی گندگی سے پاک صاف نہ ہو جائے۔

فرمان امیر المومنین هبة الله اخندزاده حفظه الله

ہم نے اللہ تعالیٰ کی نصرت سے اپنے زیر کنٹرول علاقوں میں مثالی امن و امان قائم کیا ہے۔ حسب توفیق و امکانات عوام کے آرام، تعلیم اور ترقی کے لیے اقدامات کیے ہیں۔ مستقبل کے بارے میں اہل وطن کو تسلی دیتے ہیں کی ان شاء اللہ ملک کا مستقبل دین کی روشنی اور آزادی کے نور سے جگمگائے گا۔ امارت اسلامیہ کی کوشش ہے کہ افغان عوام اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں۔ عوام کو روزگار ملے۔ مقامی معیشت ترقی کرے۔ عوام کو اپنے ہی ملک میں رزق حلال کمانے کے امکانات میسر ہو جائیں۔ ہم تمام مالی طور پر مستحکم حضرات، تاجر اور کاروباری برادری کو متوجہ کرتے ہیں کہ تمام افغانستان خاص کر مجاہدین کے زیر کنٹرول علاقوں میں زراعت اور اس سے متعلقہ امور کو ترقی دیں۔ کارخانوں کا قیام اور فیکٹریوں کی تنصیب عمل میں لائیں۔ امارت اسلامیہ ان کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کرے گی۔ امارت اسلامیہ کے نزدیک شہری نقصانات کا موضوع بہت اہم اور بنیادی معاملہ ہے۔ وہ اپنے عوام کو تسلی دیتی ہے کہ شہری نقصانات کی روک تھام کے لیے بھرپور کوشش کی جا رہی ہے۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد ۷/ فروری ۲۰۱۹/ جمادی الثانیہ ۱۴۴۰/ شمارہ ۱۲

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی
اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز
سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ 50 روپے
سالانہ 500 روپے

سالانہ زرتعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارت: 30ڈالر
بنگلہ دیش: 28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

'ماہنامہ شریعت' امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی 'میڈیا و ثقافتی کمیشن' کی جانب سے شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

وقت اڑتا بھی ہے چلتا ہی نہیں 2
مذاکراتی ٹیم کی تعیناتی بارے امارت اسلامیہ کا اعلامیہ 3
ذبیح اللہ مجاہد کا انٹرویو 4
ماسکو کانفرنس اہم تھی 6
اسلام آباد کانفرنس کیوں منسوخ ہوئی؟ 7
طالبان مذاکراتی ٹیم کا ڈھانچہ 9
دور حاضر میں ماہنامہ شریعت کی ضرورت 11
ماسکو کانفرنس اور جہاد کی فتح 12
طاغوت کی نوکری کا انجام 13
طالبان امریکا مذاکرات کی میزبانی 14
قطر مذاکرات اور اہم پیش رفت 16
ماسکو کانفرنس سیاسی کامیابی 18
امریکی انخلا اور بے وجہ خدشات 20
طالبان کو درپیش چیلنجز 22
کابل انتظامیہ سے مذاکرات کیوں نہیں؟ 23
افغانستان سے ٹرمپ کا انخلا 25
فاریاب میں دشمن کی تباہی 26
برطانوی جاسوسہ کی داستان 28
حواس باختہ اشرف غنی 30
طالبان کی فوجی اور سیاسی کامیابیاں 32
اشرف غنی سیاسی یتیم ہیں 34
لارنس آف عربیہ 35
گرین ویلیج پر حملہ 37
طالبان کی کامیابیاں 38
کابل انتظامیہ خطرے میں 39
جنگی جرائم (جنوری 2019) 40
افغانستان جنوری 2019 میں 42

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine1
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.alemarahurdu.com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com
WhatsApp: 0093708638285

وقت اڑتا بھی ہے چلتا ہی نہیں

آج جب لکھنے کے لئے بیٹھا تو سوچا کیا لکھوں دفعتاً خیال آیا کہ یہ تو ماہنامہ شریعت کی ساتویں سالگرہ ہے، اس خیال کے ساتھ ہی ذہن ماضی کی وادی میں کھو گیا اور سات برس قبل کے وہ مناظر ذہن میں ایک فلم کی طرح چلنے لگے جب ہم ماہنامہ شریعت کی اجراء کے لئے تانے بانے بن رہے تھے، نام کیا ہونا چاہئے، لکھاری کہاں سے آئیں گے، چھاپیں گے کہاں، ترسیل کیسے ہوگی، قارئین ملیں گے بھی کہ نہیں؟ کیونکہ ان حالات میں ایسے کسی میگزین کے بارے میں سوچنا بھی مضر صحت تھا چہ جائیکہ اس کا باقاعدہ اجرا ہو اور اتنے کٹھن اور نامساعد حالات میں اسے قارئین تک پہنچایا جائے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل واحسان کے ساتھ ہم نے ماہنامہ شریعت کے نام سے میگزین کا اجرا کر کے کام شروع کر دیا۔ مقصد اور عزم یہی تھا کہ جھوٹے اور فریبی میڈیا کے مقابلے میں سچ اور حقیقت کو سامنے لایا جائے، جھوٹے پروپیگنڈوں کا راستہ روکا جائے اور دنیا کو امارت اسلامیہ افغانستان کے موقف اور پیغام سے روشناس کرایا جائے۔

یہی عزم لے کر اٹھے اور پھر پلک جھپکتے سات سال گزر بھی گئے۔ ذہن اب بھی گزشتہ سات برسوں میں اٹکا ہوا تھا، پہلے شمارے کی تیاری، پرنٹنگ اور پھر قارئین تک پہنچانے کا عمل کس قدر مشکل تھا یہ تو صرف وہی بتا سکتا ہے جو اس عمل سے گزرا ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ سلسلہ چل نکلا اور ایسا چلا کہ پھر پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا، دوسرا، تیسرا، چوتھا اور پانچواں شمارہ جب مارکیٹ میں آنے لگا تو ہر جانب سے تبصرے اور تجزیے ہونے لگے، لکھاریوں کے بارے میں چہ میگوئیاں جاری ہوئیں، لوگ کہتے کہ یہ کام سرانجام دینے کے لئے ایک بڑی ٹیم ہے، بڑا نیٹ ورک ہے، لیکن حقیقت میں ایسا کچھ نہیں تھا یہ صرف ان لوگوں کے دلوں میں موجود وہ خوف تھا جو انہیں مجاہدین سے لاحق تھا، دو تین ایسے بندے جو اہل زبان تھے نہ تجربہ کار، مل بیٹھ کر مضامین ترتیب دیتے، اداریہ کے نام سے چند جملے لکھتے، ٹائٹل بناتے اور میگزین تیار ہو کر قارئین کے ہاتھ تک پہنچ جاتا۔ تب سے لے کر آج تک یہی ہو رہا ہے نہ کوئی باقاعدہ ٹیم ہے، نہ دفتر، نہ ملازمین اور نہ بڑی بڑی مشینیں۔ بس جہاں بھی موقع ملا، زمین ہو، چٹائی ہو، کارپٹ یا کرسی اور میز وہیں دفتر بن جاتا ہے اور کام شروع ہو جاتا ہے، بارہا دوران سفر تپتی دھوپ اور گرم ہواؤں میں بیٹھ کر بھی میگزین کا کام کیا ہے، بقول شاعر ہوتی ہے جہاں رات وہیں رین بسیرا........ جہاں کام کا وقت ہوا، پھر نہ دن دیکھا، نہ رات دیکھی، نہ سفر دیکھا، نہ حضر دیکھا، بس کام اور کام۔

قارئین کرام! بحمد اللہ اسی طرح سے گرتے پڑتے ماہنامہ شریعت سات برس کا ہو گیا۔ یہ شمارہ جو آپ اس وقت پڑھ رہے ہیں ساتویں برس کا آخری شمارہ ہے۔ ان سات برسوں میں ہم نے کافی اتار چڑھاؤ دیکھے، مشکلات سے دوچار ہوئے لیکن ہم نے اپنا کام جاری رکھا اور مجاہدین کی سچی اور حقیقت پر مبنی خبریں، رپورٹس، تجزیے، تبصرے، قابل قدر سیاسی، جہادی اور علمی مضامین کے ساتھ ساتھ امارت اسلامیہ کے اہم پیغامات آپ تک پہنچاتے رہے۔

گزشتہ 18 برس میں امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے دشمن کے خلاف لاتعداد کامیاب کارروائیوں میں دشمن کو ناقابل تلافی جانی اور مالی نقصانات سے دوچار کیا ہے لیکن عالمی اور مقامی میڈیا نے ان کا ذکر تک نہیں کیا، ماہنامہ شریعت نے ان کامیاب کارروائیوں سے اپنے قارئین کو باخبر رکھا اور پل پل کی خبر قارئین کو دی۔ آج بھی جب غاصب قوتیں افغانستان سے دم دبا کر بھاگ رہی ہیں تو بکاؤ میڈیا نہ صرف یہ کہ شکست کی اصل تصویر دنیا کو نہیں دکھا رہا بلکہ بڑی مکاری اور چالاکی سے یہ باور کرانے کی کوشش کر رہا ہے کہ گویا امریکہ اور اس کے اتحادی اپنے اہداف کو حاصل کر کے اپنی مرضی سے افغانستان چھوڑ رہے ہیں۔

لیکن ایسا نہیں ہے، حقیقت کیا ہے وہ ہم اپنے قارئین کو دکھاتے رہے ہیں اور دکھاتے رہیں گے ان شاء اللہ..... یہی ہمارا عزم ہے اور یہی شریعت کی اجرا کا مقصد وہدف۔

قارئین کرام! اگلے شمارے سے ان شاء اللہ سال ہشتم شروع ہو گا۔

گزشتہ سات برس سے ہمارا اور آپ کا ساتھ ہے، ہم اپنے مقصد وہدف میں کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں وہ آپ بہتر جانتے ہیں... مزید بہتری اور کمی کوتاہی دور کرنے کے لئے ہمیں اپنی تجاویز و آراء سے آگاہ کیجئے، اپنی خصوصی دعاؤں میں ہمیں یاد رکھئے، آپ کی آراء و تجاویز ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ اللہ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔

مذاکراتی ٹیم کی تعیناتی بارے امارت اسلامیہ کا اعلامیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امریکی فریق کے ساتھ امارت اسلامیہ کے مذاکرات جاری ہیں۔ مذاکرات سے متعلق ذمہ داروں کی طرف سے ابھی تک بہت اچھے طریقے سے سرگرمیاں انجام دی جارہی ہیں۔ البتہ مذاکراتی موضوع کی اہمیت کی بنیاد پر امیر المؤمنین شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ کی رہنمائی اور امارت اسلامیہ کے سیاسی نائب جناب ملا برادر اخند کی جانب سے مشترکہ فیصلے کی بنیاد پر درج ذیل مذاکراتی ٹیم کا تعین عمل میں لایا گیا ہے۔

1. جناب شیر محمد عباس ستانکزئی صاحب (سربراہ مذاکراتی وفد)
2. جناب مولوی ضیاء الرحمن مدنی صاحب (رکن وفد)
3. جناب مولوی عبدالسلام حنفی (رکن وفد)
4. جناب شیخ شہاب الدین دلاور (رکن وفد)
5. جناب ملا عبداللطیف منصور (رکن وفد)
6. جناب ملا عبدالمنان عمری (رکن وفد)
7. جناب مولوی امیر خان متقی (رکن وفد)
8. جناب ملا محمد فاضل مظلوم (رکن وفد)
9. جناب ملا خیر اللہ خیرخواہ (رکن وفد)
10. جناب مولوی مطیع الحق (رکن وفد)
11. جناب ملا محمد انس حقانی (رکن وفد)
12. جناب ملا نوراللہ نوری (رکن وفد)
13. جناب مولوی محمد نبی عمری (رکن وفد)
14. جناب ملا عبدالحق وثیق (رکن وفد)

درج بالا متعین اراکین امریکا کے ساتھ مذاکرات کے شروع ہونے والے سلسلے کو آگے بڑھائیں گے۔ یہ ارکان اپنی متعینہ ذمہ داریوں کو اپنی متعلق صلاحیتوں کے ساتھ انجام دیں گے۔

امارت اسلامیہ افغانستان

07/ جمادی الثانی 1440ھ، بمطابق 12/ فروری 2019ء

ذبیح اللہ مجاہد کا انٹرویو

نوٹ: یہ انٹرویو پاکستان کے معروف اخبار روزنامہ ڈان کو دیا گیا تھا۔

سوال: کیا آپ اپنے دستور اور منشور کے حوالے سے بتا سکتے ہیں؟

جواب: اب تک ہمارا مدون اور طبع شدہ دستور نہیں ہے۔ البتہ ہمارے اہداف متعین ہیں۔ ہمارے اہداف افغانستان سے جارحیت کا خاتمہ، اسلامی نظام کا نفاذ، امن وامان کی فراہمی، ملک کی تعمیر نو اور اہل وطن کی خدمت کرنا ہے۔

سوال: آپ کے نمائندے شیر محمد عباس ستانکزئی نے کابل حکومت کے موجودہ آئین کو غلط، مغرب سے کاپی اور صلح کے حوالے سے ایک رکاوٹ سمجھا ہے۔ اس بات کے لیے کون سی دلیل ہے؟ اس آئین میں کون سی متعین شقیں ہیں، جنہیں طالبان تسلیم نہیں کرتے۔ برائے مہربانی ان کی نشان دہی کیجیے؟

جواب: ستانکزئی صاحب کی باتیں درست ہیں۔ درحقیقت کابل انتظامیہ کا آئین امریکی جارحیت کے زیرسایہ ان کے مفاد میں مرتب ہوا ہے۔ کوئی ملک بھی اس طرح کا آئین تسلیم نہیں کرے گا، جو طیاروں کے بمباری کے سائے میں کسی ملک کے لیے بنایا گیا اور اسی ملک پر مسلط کیا گیا ہو۔ افغان معاشرہ ایک خالص اسلامی معاشرہ ہے۔ ہمارے لیے آئین اسلامی شریعت کی روشنی میں مرتب ہو کر بعد میں سامنے آئے گا۔ جب ہم نے اسلامی نظام نافذ کر دیا۔ اس کے بعد ہم موجودہ آئین میں لازمی تبدیلیاں لے آئیں گے۔ تمام غیر شرعی شقوں کی اصلاح کریں گے۔ میں اب ان شقوں کو یہاں نقل نہیں کر سکتا۔ اس لیے اس آئین کو علما کے تجزیہ کی ضرورت ہے۔ جس سے (اسلام مخالف) نواقص کی نشان دہی ہو جاتی ہے۔

سوال: ستانکزئی نے یہ بھی کہا کہ طالبان علما کی جانب سے مرتب شدہ اسلامی آئین چاہتے ہیں۔ آپ کے آئین میں کیا ہوگا؟ آپ کے آئین اور موجودہ آئین کی کن شقوں میں فرق ہوگا اور کیا طالبان ایسے علما کو مدنظر رکھتے ہیں، جو اس طرح آئین لکھیں گے؟

جواب: جی ہاں! یہ بات سچ ہے۔ ہم اس طرح کا آئین چاہتے ہیں، جو شریعت کی ہدایات کے مطابق ہو۔ ہمارے معاشرے میں ایسے علما موجود ہیں، جو استقلال کے حصول کے بعد اکھٹے ہوں گے۔ موجودہ آئین کے مسائل کی نشان دہی کریں گے۔ اس کی جگہ اسلامی شقیں شامل کریں گے۔ چوں کہ اب میں ان علما کے بارے میں بتا سکوں اور نہ ہی ان شقوں کے متعلق، جو شریعت سے متصادم ہیں، اس لیے کہ وہ اُس وقت کے علما کا کام ہے۔

سوال: طالبان افغانستان کے مستقبل کے سیاسی نظام میں اپنے لیے کون سا کردار دیکھ رہے ہیں اور اس سے طالبان کا کیا مقصد ہے، جو کہا جاتا ہے کہ ہم افغان عوام کا مشترکہ سیاسی نظام چاہتے ہیں؟

جواب: ہم مستقبل کے سیاسی نظام میں اہم کردار ادا کریں گے۔ جس کی فی الحال نشان دہی قبل از وقت ہوگی۔ 'افغان عوام کے مشترکہ سیاسی نظام' کا معنی یہ ہے کہ افغانستان کے تمام طبقات کے نمائندے اس نظام میں ہوں گے۔ تمام نمائندے اسلام وملک اور عوام کی خدمت کریں گے۔ سب لوگ بغیر کسی تنازع کے نظام میں اپنے نمائندوں کو دیکھ لیں گے۔

سوال: کیا طالبان نے عبوری حکومت کے حوالے سے مذاکرات کیے ہیں۔ اگر کیے ہیں تو طالبان کے نزدیک حکومت کس طرح ہوگی اور کون سے کام کرے گی؟

جواب: جی نہیں! عبوری حکومت کے حوالے سے گفتگو نہیں ہوئی اور یہ ہماری تجویز نہیں ہے۔

سوال: ستانکزئی صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ طالبان صلح اور حقوق نسواں کے لیے وفادار رہیں گے۔ مگر اسی حالت میں یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ بیرونی ثقافت، ڈرامے اور فلمیں خواتین کو افغان روایات توڑنے کی تعلیم دے رہی ہیں، لہذا ان کے خلاف قدم اٹھایا جائے گا۔ اس تناظر میں افغان خواتین اور حقوق نسواں کے اداروں کی جانب سے خدشات سامنے آئے ہیں کہ ممکن ہے طالبان دوبارہ اس زمانے میں چلے جائیں، جو بیس سال پہلے تھا۔ لہذا آپ خواتین کے لیے معاشرے میں کون سا کردار دیکھ رہے ہیں؟

جواب: جناب ستانکزئی کی بات درست ہے۔ ہمارا معاشرہ ایک اسلامی معاشرہ ہے۔ ہم خواتین اور مردوں کے لیے وہ حقوق اور زندگی گزارنے کا طریقہ کار چاہتے ہیں، جس کی نشان دہی اسلامی شریعت کرے گی۔ اس عظیم ہدف کے لیے افغان عوام نے بیس لاکھ شہدا کا نذرانہ پیش کیا ہے۔ البتہ ماضی میں جو مسائل سامنے آئے تھے، وہ تمام حقائق نہیں تھے۔ اکثر حصوں میں پروپیگنڈے ہوئے تھے۔ کچھ مسائل

بھی تھے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم نئے آئے ہوئے تھے یا تب ہم جو کر رہے تھے،وہ تب کے معاشرے کی ضرورت تھی، اس سے پہلے بہت وسیع جنگیں اور فساد گزر چکے تھے۔اس کی دوبارہ اصلاح میں کچھ ضرورت تھی۔اب حالات بدل چکے ہیں۔ عوامی آگاہی کی سطح بلند ہوئی ہے۔ کافی تجربات حاصل ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد مردوں اور خواتین کے حقوق کی فراہمی میں کوئی مسئلہ نہیں آئے گا۔ان شاء اللہ

سوال: جب کہ طالبان دوحا اور ماسکو میں امن مذاکرات کر رہے ہیں تو افغانستان میں حملوں میں کیوں شدت لائی گئی ہے؟

جواب: دوحا میں ہم امریکا کے ساتھ گفتگو میں مصروف ہیں، مگر اب تک کسی ایسے نتیجے پر نہیں پہنچے، جس کے نتیجے میں امریکا اور اس کے داخلی حامیوں پر حملے نہ کیے جائیں۔ماسکو کانفرنس میں بھی اس طرح کا کچھ طے نہیں ہوا۔ جس سے ہماری جنگ اور فوجی دباؤ کو بندش کا سامنا کرنا پڑے۔ ہم جنگ پر مجبور ہے۔دشمن بھی ہم پر حملے کر رہا ہے اور ہم بھی اس کے خلاف لڑ رہے ہیں۔

سوال: کیا یہ غیر اخلاقی بات نہیں کہ طالبان کابل حکومت سے گفتگو نہیں کرتے۔ افغان امن کا فیصلہ امریکا کے ساتھ ہو رہا ہے تو اس صورت میں وہ فیصلہ افغانستان میں کس طرح نافذ العمل ہو سکے گا؟

جواب: کابل انتظامیہ کے ساتھ بات چیت کرنے میں کچھ مسائل ہیں۔ اگر ہم کسی حکومت کے نام سے کابل انتظامیہ سے گفتگو کریں تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ ہم اس مزدور انتظامیہ کو ایک قانونی افغان انتظامیہ کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ جب کہ وہ استعماری طیاروں کی بمباری کی قوت پر ہم مسلط کی گئی ہے۔ لہذا اس طرح ہم باغی کہلائیں گے۔ نتیجۃ ہمیں مزاحمت نہیں کرنی چاہیے۔ لہذا ایسے حالات میں کوئی بھی غیر ملکی مسلط شدہ نظام کو تسلیم نہیں کرتا۔ ہمارے فیصلے ضرور نافذ العمل ہوں گے، جنہیں افغان عوام اور ہمارے مجاہدین چاہتے ہیں۔

سوال: کیا طالبان فائر بندی اور بین الافغان بات چیت کے خلاف ہیں۔ اگر ایسا ہے تو کیوں؟

جواب: جب تک امریکی دراندازی باقی رہے گی، فائر بندی اور بین الافغان گفتگو کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔اس لیے کہ امریکی جارحیت نے تمام گفتگو کو بے فائدہ کر رکھا ہے۔ تمام اختیارات امریکی استعمار کے پاس ہیں۔ ہمارے رہنماؤں پر بمباری اور حملے ہوتے رہتے ہیں۔اس صورت حال میں فائر بندی اور بین الافغان ڈائیلاگ کے لیے ہمیں موقع نہیں ملتا۔ ہمیں سب سے پہلے بیرونی جارحیت کو ختم کرنا چاہیے ہم اس کے بعد اپنے داخلی مسائل حل کرنے کے لیے فارغ ہو سکیں گے۔

سوال: وہ کونسے افغان رہنما ہیں، جو موجودہ حکومت میں کام کر رہے ہیں یا نہیں کر رہے، مگر طالبان ان سے ملنا چاہتے ہیں؟

ہم ہر اس شخص کے ساتھ بات کر سکتے ہیں، جو ہمارا مخالف رہا ہو۔ مگر اب کابل انتظامیہ میں کام نہیں کرتا۔البتہ جو فرد موجودہ نظام میں سرکاری عہدوں پر فائز اور نظام کا حصہ ہے،اس سے بات چیت نہیں کر سکتے۔البتہ تمام مخالف فریقوں سے گفتگو کرنا تنازع کے حل اور صلح کے بہتر نتائج کے لیے ضروری ہے۔اس میں افغان عوام کی بہتری ہے۔

سوال: طالبان کو مذاکرات کی میز پر لانے میں پاکستان نے کردار ادا کیا ہے؟

جواب: امریکا کے ساتھ بات چیت کا ارادہ ہمارا اپنا ہی تھا۔ ہم نے جارحیت سے پہلے بھی امریکا سے کہا تھا کہ جنگ کے بجائے ہمارے ساتھ مذاکرات کریں۔اس کے بعد 2013 کو ہم نے گفتگو کے لیے دوحا میں سیاسی دفتر قائم کیا۔اسی لیے کہ امریکا اور ہمارے درمیان بات چیت ہو۔ مگر تب امریکا مذاکرات نہیں کرنا چاہتا تھا۔اب امریکا نے مذاکرات کی حامی بھری ہے۔ لہذا ہم بھی گفتگو کے عمل میں شریک ہو گئے ہیں۔ ہمیں امریکا کے ساتھ بات چیت کرنے یا کرانے میں کسی ملک کا کوئی ذرہ بھر کردار شامل نہیں ہے۔ یہ ہمارا اپنا ماضی کا موقف ہے۔

سوال: اگر طالبان افغانستان کی سیاست میں داخل ہو جائیں تو پاکستان کو کس نگاہ سے دیکھیں گے؟

جواب: پاکستان ہمارا ہمسائیہ ملک ہے۔ پاکستان روس خلاف جہاد کے زمانے میں مہاجرین کے لیے سب سے بہترین جگہ رہی ہے۔ حتی کہ افغانی اسے اپنا دوسرا گھر سمجھتے ہیں۔ ہم مستقبل میں پاکستان کے ساتھ ایک برادر اور ہمسائیہ ملک کے طور پر پیش آئیں گے۔ ہم باہم برابری کی سطح کے احترام سے بھرے تعلقات کے خواہاں ہیں۔اسی طرح دیگر پڑوسی ممالک کے ساتھ بھی معاملہ ہوگا۔

سوال: طالبان کی جانب سے القاعدہ رہنماؤں کی حمایت ایسا عمل تھا، جو ان کی حکومت کے خاتمے کا سبب بنا۔ اگر ایک بار پھر طالبان برسر اقتدار آ جائیں تو کیا طالبان پھر بھی اس طرح کی جماعتوں اور گروپوں کو جگہ دیں گے؟

جواب: امارت اسلامیہ کے دور اقتدار میں غیر افغان مجاہدین کی حفاظت اور انہیں ٹھکانہ دینے بارے معاملہ یہ ہے کہ جو مجاہدین روس کے ساتھ جہاد کے زمانے میں افغانستان آئے تھے اور یہاں ہمیں میراث میں ملے تھے، ان کے ساتھ تعاون ایک مذہبی ضرورت اور روایتی مطالبہ تھا۔ اب ان میں سے کوئی ایسا شخص یہاں نہیں ہے۔ جسے پناہ دینے کی ضرورت ہو۔البتہ ہم نہایت صراحت سے کہتے ہیں کہ امارت اسلامیہ افغانستان کی سرزمین کسی کے خلاف استعمال نہیں ہونے دے گی۔

شہید زوی

ماسکو کانفرنس اہم تھی

افغانستان کے ساتھ روس کے بہت پرانے تعلقات ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ تاریخ میں ان کے درمیان خوش گوار تعلقات کم اور تلخی زیادہ رہی ہے۔ 1979 میں سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کیا اور 1989 تک غیر قانونی قبضہ برقرار رکھا۔ افغان عوام کی روس مخالف تاریخی جدوجہد کے نتیجے میں اسے ناقابل تلافی شکست ہوئی۔ سوویت یونین کا شیرازہ بکھر گیا۔ روسی انخلا کے بعد ملک میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ ادارے تباہ ہو گئے۔ بدامنی اور لاقانونیت کا دور شروع ہو گیا۔ اس دوران اللہ تعالی کے فضل و کرم سے طالبان تحریک شروع ہوئی اور ملک کو بحرانوں سے نجات ملی۔ اگر طالبان کا قیام نہ ہوتا تو اب دنیا کے نقشے پر افغانستان کا نام نہ ہوتا۔ یہ ملک نسلی گروہوں، زبانوں اور مختلف گروپوں میں تقسیم ہوتا۔ اس ملک کی کوکھ سے مختلف ممالک جنم لیتے اور پھر اس کا ذمہ دار روس ہوتا۔ کیوں کہ وہ تمام بحرانوں کا سبب بنا تھا۔

روس کے افغانستان کے ساتھ جارحانہ تعلقات کے باوجود افغان عوام روس کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ افغان عوام روس کے ساتھ دلی محبت رکھتے ہیں۔ یہ اس لیے کہ روس کئی حوالوں سے خطے کا اہم ملک ہے۔ اس کے ساتھ اچھے تعلقات قائم رکھنا افغان عوام کی ضرورت اور مجبوری ہے۔ چوں کہ ماسکو میں افغان تنازع کے حل کے لیے کانفرنسوں کے انعقاد کا سلسلہ جاری ہے۔ یہ بھی روس کی جانب سے موقع سے فائدہ اٹھانے اور امریکی پالیسی کی ناکامی کی بڑی علامت ہے۔

چوں کہ امریکا نے امارت اسلامیہ کے دروازے پر دستک دے کر مذاکرات شروع کرنے کا مطالبہ کیا تو دیگر ممالک کی طرح روس بھی اس نتیجے پر پہنچا کہ امریکا کو افغانستان میں بدترین شکست کا سامنا ہے۔ وہ اپنی فوج کو یہاں مزید برقرار رکھنے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔ جب کہ اس کے مدمقابل طالبان ایک بار پھر برسراقتدار آ رہے ہیں۔ لہذا موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے روس نے حیران کن اقدامات کیے۔ جو روس طالبان کا نام لینا بھی جرم سمجھتا تھا، اب طالبان کو ماسکو کی دعوت دے رہا ہے۔ مختصر وقت میں کانفرنسوں کے مسلسل انعقاد کی میزبانی کا شرف حاصل کر رہا ہے۔ لہذا امریکی شکست کے بعد روس اتنی جرات کا مظاہرہ کر رہا ہے کہ اُس نے امریکی بلیک لسٹ کو بھی نظرانداز کر دیا۔ اس کا اس سے کوئی سروکار نہیں کہ کون بلیک لسٹ پر ہیں اور کس پر سفری پابندی عائد ہے؟

روس کی جانب سے امارت اسلامیہ کو دعوت دینا اور ماسکو کانفرنس میں شرکت کرنا امارت اسلامیہ کے لیے سیاسی لحاظ سے اہم تھا۔ اس لیے امارت نے سیاسی بصیرت سے کام لیتے ہوئے بڑی جرات کے ساتھ ان میں شرکت کی اور بڑے حوصلے کے ساتھ دنیا کے سامنے اپنا موقف پیش کیا۔ زمینی حقائق سے دنیا کو آگاہ کیا۔ اگر غور کیا جائے تو ماسکو کی دونوں کانفرنسوں کے موقع پر روس نے امارت اسلامیہ کے نمائندہ وفد کا پرتپاک استقبال کیا۔ جس کے باعث عالمی سطح پر امارت اسلامیہ کی قانونی اور اخلاقی حیثیت کو پزیرائی ملی اور اسے باقاعدہ سیاسی قوت تسلیم کیا گیا۔ سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ اگر امن مذاکرات تعطل کا شکار ہوئے تو سیاسی لحاظ سے اس کا نقصان امارت اسلامیہ کے بجائے امریکا کو ہو گا۔ کیوں کہ ماسکو کانفرنس میں قیام امن کے لیے امارت اسلامیہ کی کوشش اور عزم پوری دنیا پر واضح ہوا۔ عالمی برادری کو بھی یہ احساس ہوا کہ امارت اسلامیہ کسی کے لیے خطرہ نہیں ہے۔ اس بات کو بھی تسلیم کیا جانا چاہیے کہ ماسکو کانفرنس کے موقع پر طالبان نمائندہ وفد کا جو شان دار استقبال کیا گیا یا جو کامیابی حاصل ہوئی، وہ امریکا کے ساتھ مذاکرات میں طالبان کی کامیاب سفارت کاری کا نتیجہ ہے۔

امریکا کے ساتھ مذاکرات شروع کرتے وقت طالبان اپنے موقف پر ڈٹ گئے۔ امریکا اور چند دیگر ممالک نے مذاکرات میں کابل انتظامیہ کو بھی شامل کرنے پر اصرار کیا۔ تاہم امارت اسلامیہ نے اسے شامل کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اس بات سے بھی انکار کیا کہ مذاکرات میں کابل کی کٹھ پتلی حکومت کی شمولیت اور اس کے ساتھ مخلوط حکومت کے قیام پر بات نہیں کی جائے گی۔ مذاکرات صرف غیر ملکی قابض فوج کے انخلا اور قیدیوں کی رہائی سے متعلق ہوں گے۔ امریکا نے جب طالبان کی ان شرائط کو تسلیم کیا تو پوری دنیا نے امارت اسلامیہ کی قوت اور حیثیت کا ادراک کیا۔ اگر صورت حال کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تو بہت جلد مغربی دنیا بھی امارت اسلامیہ کا اصولی موقف تسلیم کرے گی۔ وہ ممالک بھی جلد امارت اسلامیہ کے ساتھ رابطے بحال کریں گے اور امن کے نام پر اپنے ممالک میں کانفرنسوں کے انعقاد کا اعلان کریں گے، جو نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکا کے اتحادی اور عملی طور طالبان کے خلاف جنگ میں ملوث تھے۔

کابل انتظامیہ بلیک لسٹ کے نام پر طالبان کو بلیک میل کرنے کی ناکام کوشش کر رہی ہے۔ اقوام متحدہ سمیت کوئی بھی ادارہ اس کی بات سننے کو تیار نہیں ہے۔ اب کابل انتظامیہ کے لیے افسوس کا وقت ہے کہ اس نے امارت اسلامیہ کی مخالفت کیوں کی۔ اب وقت کا پانی سر سے گزر چکا ہے۔

ڈاکٹر نعمت اللہ

اسلام آباد کانفرنس کیوں منسوخ ہوئی؟

18 فروری کو اسلام آباد میں امریکی اور طالبان وفد کے درمیان طے شدہ مذاکرات ایک بار پھر منسوخ ہو گئے۔ اس سے پہلے بھی دو بار ایسے مذاکرات ملتوی ہوئے تھے۔ جن میں 9 اور 10 جنوری کو قطر میں امریکا کی عدم دل چسپی اور پھر 18 جنوری کو اسلام آباد میں طالبان کے انکار کی وجہ سے ممکنہ مذاکرات منسوخ ہو گئے۔ اب تیسری بار اسلام آباد میں طے شدہ مذاکرات منسوخ ہو گئے۔ اس کے پیچھے واضح اور خفیہ وجوہات کیا ہو سکتی ہیں؟ طالبان ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے ایک مختصر اعلامیہ جاری کیا، جس میں کہا گیا تھا کہ سفری مسئلے کی وجہ سے اسلام آباد اجلاس منسوخ کرنا پڑا ہے۔ انہوں نے مدمقابل اسٹیک ہولڈرز کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا کہ اقوام متحدہ اور امریکا کی طرف سے عائد سفری پابندیوں کی وجہ سے ان کی مذاکراتی ٹیم کا دورہ منسوخ ہوا ہے۔ ان کے مطابق طالبان نے مذاکرات کے لیے بھرپور تیاری کی تھی، تاہم امریکا نے ابھی تک اس کی وضاحت نہیں کی ہے۔ اگر اس زاویے سے دیکھا جائے کہ مذاکرات کے عمل میں عموماً ایسا ہوتا رہتا ہے تو یہ معمولی بات ہے۔ اگر اس نکتہ نظر سے دیکھا جائے کہ ہر بار اس کا تعلق پاکستان کے ساتھ کیوں ہوتا ہے تو پھر بہت سے سوالات اٹھائے جا سکتے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں سفری مسئلہ حل کرنا امریکا کے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ ابوظہبی اور دوسری جگہوں میں بھی ایسے مسائل تھے، لیکن وہاں چند گھنٹوں میں ہی انہیں حل کر دیا گیا۔ دراصل یہ اجلاس امریکا کی عدم دل چسپی کی وجہ سے ملتوی ہوا ہے۔ امریکا نے جان بوجھ کر اس میں رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ مصدقہ اطلاعات کے مطابق 16 فروری کو قطر میں اسلام آباد مذاکرات کے حوالے سے ایک اجلاس ہوا، جس میں قطر حکومت کے نمائندوں، امریکی سفیر، شیر محمد عباس ستانکزئی، افغان سفارت کار اور پاکستان کے ایلچی نے شرکت کی۔ انہوں نے سفر کی سہولیات کے امور اور طریقہ کار پر تبادلہ خیال کیا۔ اس دوران امریکی سفیر نے انہیں بتایا کہ مجھے ابھی تک اعلیٰ حکام کی جانب سے پاکستان مذاکرات اور اس میں شرکت کے لیے طالبان نمائندہ وفد کو سہولیات فراہم کرنے کے بارے میں ہدایت نہیں ملی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ امریکا کا پہلے سے یہ ارادہ تھا کہ اُس کے نمائندے اسلام آباد میں طالبان کے ساتھ ملاقات نہیں کریں گے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امریکا نے اسلام آباد کانفرنس میں دل چسپی کیوں ظاہر نہیں کی۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ 18 جنوری کو اسلام آباد میں امریکی وفد کے ساتھ طالبان نے مذاکرات سے انکار کر دیا تھا، جس کا امریکا نے بدلہ لیا ہے۔

پاکستان میں زلمے خلیل زاد کے ساتھ مذاکرات کے اعلان کے بعد کابل انتظامیہ کی ہمنوا زرخرید میڈیا نے طالبان کے خلاف نہایت زہریلا اور منفی پروپیگنڈا کیا۔ اس کو جواز بنا کر الزام لگایا کہ 'طالبان پاکستان کے لوگ ہیں۔ اس لیے وہ پاکستان کو کریڈٹ دینا چاہتے ہیں۔ سوشل میڈیا پر بھی اس کا بڑا چرچا تھا۔ یہ پروپیگنڈا بھی کیا گیا کہ طالبان میں اختلافات شدت اختیار کر گئے ہیں۔ کچھ رہنماؤں نے پاکستان میں خلیل زاد سے مذاکرات سے لاتعلقی کا اظہار کیا ہے اور نچلی سطح کے مجاہدین نے بھی ناراضی کا اظہار کیا ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ طالبان کی کامیابی کا راز یہ ہے کہ وہ سب ایک پیج پر ہیں۔ ہر کام باہمی مشاورت سے کرتے ہیں۔ ان کی قیادت میں سارے علما اور شیوخ شامل ہیں۔ اس لیے نچلی سطح کے مجاہدین بھی ان پر غیر متزلزل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔ اکثر تو ان کے شاگرد ہیں۔ وہ اپنی خوفِ خدا کی حامل قیادت کی اطاعت شرعی امر اور اس کی مخالفت گناہ سمجھتے ہیں۔ دشمن اٹھارہ سال سے یہ کوشش کر رہا ہے کہ وہ کسی طرح طالبان کے درمیان پھوٹ اور اختلافات پیدا کرے۔ اسے ہمیشہ منہ کی کھانا پڑی ہے۔ طالبان قیادت کی کامیابی یہ ہے کہ وہ عالمی برادری اور پڑوسیوں کے ساتھ تعلقات میں توازن برقرار رکھنے کے حوالے سے اب تک کامیاب رہی ہے۔ کابل انتظامیہ کی طرح اس کا جھکاؤ صرف امریکا کی طرف نہیں ہے۔ وہ قطر اور سعودی عرب کے درمیان، روس اور امریکا کے درمیان اور ایران و سعودی کے درمیان تعلقات میں توازن برقرار رکھے ہوئے ہیں، جو کامیاب سفارت کاری کا عکاس ہے۔

یہ بھی ممکن ہے طالبان نے جان بوجھ کر یہ اقدام اٹھایا ہو، تاکہ دباؤ کم کرنے کے لیے پاکستان اور امریکا کے درمیان فاصلہ پیدا کیا جائے۔ اس لیے انہوں نے ایک ہفتہ پہلے اعلان کیا کہ وہ پاکستان کے وزیراعظم سے ملاقات کریں گے۔ تیسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ امریکا پاکستان کو مذاکرات کے حوالے سے مزید کریڈٹ نہیں دینا چاہتا، جو اس نے پہلے منصوبہ بنایا تھا۔ زلمے خلیل زاد نے مذاکراتی عمل شروع کرنے سے پہلے کابل انتظامیہ کے ساتھ مل کر کوشش کی تھی کہ طالبان کو پاکستان کا ماتحت ظاہر کیا جائے۔ اس تناظر میں وہ جب بھی طالبان کے ساتھ مذاکرات کرنا چاہتے، اس سے پہلے پاکستان کا دورہ کرتے تھے۔ میڈیا میں بھی اس کا خوب چرچا ہوتا تھا۔ تاکہ وہ یہ ثابت کریں کہ طالبان کے ساتھ مذاکرات پاکستان کے بغیر ممکن نہیں ہیں۔ جب طالبان نے ثابت کر دیا کہ وہ خود مختار اور آزاد ہیں۔ وہ کسی کے دباؤ کو ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔ وہ اپنی پالیسی کے تحت اپنا موقف سامنے رکھ کر مذاکرات کریں گے۔ جب طالبان نے اس تناظر میں پاکستان اور سعودی عرب میں ممکنہ مذاکرات سے لاتعلقی کا اظہار کیا تو زلمے خلیل زاد کو بھی احساس ہوا کہ طالبان مستقل اور آزاد لوگ ہیں۔ وہ کسی کے دباؤ میں نہیں آئیں گے۔ اس لیے انہوں نے اسلام آباد میں طالبان کے ساتھ ممکنہ مذاکرات سے اختیار کی گئی لاپرواہی سے کابل انتظامیہ کو پیغام دیا کہ امریکا مزید افغان حکومت کے دھوکے میں نہیں آئے گا۔ وہ طے شدہ ایجنڈے کے مطابق قطر میں براہ راست طالبان کے ساتھ مذاکرات کرے گا۔

پاکستان میں زلمے خلیل زاد کے ساتھ مذاکرات کے اعلان کے بعد کابل انتظامیہ کی ہمنوا زرخرید میڈیا نے طالبان کے خلاف نہایت زہریلا اور منفی پروپیگنڈا کیا۔ اس کو جواز بنا کر الزام لگایا کہ 'طالبان پاکستان کے لوگ ہیں۔ اس لیے وہ پاکستان کو کریڈٹ دینا چاہتے ہیں۔ سوشل میڈیا پر بھی اس کا بڑا چرچا تھا۔ یہ پروپیگنڈا بھی کیا گیا کہ طالبان میں اختلافات شدت اختیار کر گئے ہیں۔ کچھ رہنماؤں نے پاکستان میں خلیل زاد سے مذاکرات سے لاتعلقی کا اظہار کیا ہے اور نچلی سطح کے مجاہدین نے بھی ناراضی کا اظہار کیا ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ طالبان کی کامیابی کا راز یہ ہے کہ وہ سب ایک پیج پر ہیں۔ ہر کام باہمی مشاورت سے کرتے ہیں۔ ان کی قیادت میں سارے علما اور شیوخ شامل ہیں۔ اس لیے نچلی سطح کے مجاہدین بھی ان پر غیر متزلزل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔ اکثر تو ان کے شاگرد ہیں۔ وہ اپنی خوفِ خدا کی حامل قیادت کی اطاعت شرعی امر اور اس کی مخالفت گناہ سمجھتے ہیں۔ دشمن اٹھارہ سال سے یہ کوشش کر رہا ہے کہ وہ کسی طرح طالبان کے درمیان پھوٹ اور اختلافات پیدا کرے۔ اسے ہمیشہ منہ کی کھانا پڑی ہے۔ طالبان قیادت کی کامیابی یہ ہے کہ وہ عالمی برادری اور پڑوسیوں کے ساتھ تعلقات میں توازن برقرار رکھنے کے حوالے سے اب تک کامیاب رہی ہے۔ کابل انتظامیہ کی طرح اس کا جھکاؤ صرف امریکا کی طرف نہیں ہے۔ وہ قطر اور سعودی عرب کے درمیان، روس اور امریکا کے درمیان اور ایران و سعودی کے درمیان تعلقات میں توازن برقرار رکھے ہوئے ہیں، جو کامیاب سفارت کاری کا عکاس ہے۔

مصدقہ ذرائع کا کہنا ہے کہ طالبان نے ماضی میں بھی کئی بار اپنی خود مختاری ثابت کی ہے۔ انہوں نے امریکی نمائندے کے ساتھ مختلف ممالک میں مذاکرات کیے ہیں۔ اسی طرح پاکستان میں بھی اپنے ملی اور تنظیمی مفاد کے پیش نظر زلمے خلیل زاد کے ساتھ مذاکرات کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ طالبان کے اعلیٰ سطح وفد نے ایران، روس، چین اور عرب ممالک سمیت مختلف ممالک کا متعدد بار دورہ کیا ہے۔ پاکستان کا دورہ کرنا کون سا جرم ہے؟! طالبان پاکستان کا دباؤ قبول کریں گے اور نہ اس کے ساتھ دشمنی اختیار کریں گے۔ وہ ایک ہمسایہ اور اسلامی ملک کے ناطے اس کے ساتھ ماضی کی طرح اب بھی خوش گوار تعلقات چاہتے ہیں۔ یہ دونوں برادر اسلامی ممالک کے لیے ضروری اور نیک شگون ہے۔ کابل انتظامیہ نے اقوام متحدہ کو خط لکھ کر عملی طور پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ امن عمل کی مخالف ہے۔

تجزیہ کاروں کے مطابق طالبان کے اس اقدام نے ایک طرف پاکستان کو ایک ہمسایہ ملک کی حیثیت سے خوش کیا اور دوسری طرف کابل انتظامیہ کو بھی اُس کی اوقات یاد دلائی ہے کہ وہ امن عمل کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ اسی طرح اقوام متحدہ اور امریکا کو بھی اخلاقی شکست دی ہے کہ انہوں نے امن مذاکرات کی راہ میں رکاوٹ پیدا کر کے امن عمل کو متاثر کیا ہے۔

حبیب اللہ مجاہد

طالبان مذاکراتی ٹیم کا ڈھانچہ

عام طور پر طالبان اپنی صفوں میں سال میں ایک مرتبہ تقرری اور تبادلے کرتے ہیں۔ کبھی کبھار بہت تیزی کے ساتھ تبدیلیاں سامنے لائی جاتی ہیں۔ وہ امارت اسلامیہ کے سابق دور حکومت میں اور پھر 18 برس کے دوران وقت اور حالات کے مطابق موزوں اور باصلاحیت افراد کی تقرری اور تبادلے کرتے رہے ہیں۔ سید طیب آغا کے بعد ملا شیر محمد عباس ستانکزئی کو قطر سیاسی دفتر کا سربراہ مقرر کیا گیا۔ حال ہی میں ملا برادر اخند کو امیر المومنین کے سیاسی مشیر اور سیاسی دفتر کے سربراہ کے طور پر مقرر کیا گیا۔

امریکا کو یہ تشویش تھی اور کئی بار ضمناً اُس کا اظہار بھی کیا گیا کہ طالبان کی مذاکراتی ٹیم میں اہم اور طاقت ور رہنماؤں کو شامل کرنا چاہیے۔ اگرچہ طالبان نے متعدد بار واضح کیا کہ سیاسی دفتر کے رہنماؤں پر مشتمل مذاکراتی ٹیم بااختیار ہے۔ امریکی تشویش ختم کرنے کے لیے امارت اسلامیہ کی قیادت نے پہلے مرحلے میں قطر میں مقیم گوانتاناموکے سابق پانچ قیدی رہنماؤں کو سیاسی دفتر کی ٹیم میں شامل کیا۔ یہ اہم پیش رفت تھی۔ اس کے بعد قیادت نے ایک اور اہم اقدام اٹھاتے ہوئے مقبول شخصیت، سیاسی اور جہادی رہنما ملا برادر اخند کو سیاسی دفتر کا سربراہ مقرر کیا، جو تعمیری مذاکرات کی جانب سنجیدہ کوشش ہے۔ جس کا تمام حلقوں نے خیر مقدم کیا۔ طالبان نے بھی ثابت کر دیا کہ وہ امن مذاکرات کے لیے مؤثر اقدامات اٹھا رہے ہیں۔

قطر کے 6 روزہ مذاکرات میں طالبان اور امریکا نے دو کمیٹیاں تشکیل دینے پر اتفاق کیا تھا، جو 25 فروری کو منعقدہ مذاکرات کے لیے سفارشات مرتب کریں گی۔ اب ایک بار پھر زلمے خلیل زاد نے مختلف ممالک کے دورے شروع کیے ہیں۔ کہا جاتا ہے قطر میں طالبان کے ساتھ نتیجہ خیز مذاکرات کیے جائیں گے۔ اس لیے طالبان نے مذاکراتی ٹیم کو مزید بااختیار اور مستحکم بنانے کے لیے چودہ رکنی ٹیم کا اعلان کیا ہے۔ دوسری طرف امریکا کی جانب سے مذاکراتی ٹیم کی سربراہی زلمے خلیل زاد اور انتظامی امور کی نگرانی جنرل اسکاٹ میلر کریں گے۔

طالبان کی جانب سے مذاکراتی ٹیم میں درج ذیل افراد شامل ہیں:

'ملا برادر اخوند..

شیخ الحدیث مولوی ہبۃ اللہ اخندزادہ کے سیاسی مشیر۔ ملا برادر مرکزی شوری کے رکن اور سیاسی کمیشن کے سربراہ ہیں۔ موصوف امارت اسلامیہ کے سابق دور میں صوبہ ہرات کے گورنر، مرکزی چھاؤنی کے کور کمانڈر، افغانستان پر امریکی یلغار کے بعد عالی قدر امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے معاون رہے ہیں۔ مذاکراتی ٹیم میں گوانتاناموبے جیل سے رہا ہونے والے پانچ ارکان کے علاوہ مرکزی شوری کے چھ ارکان بھی شامل ہیں۔ جن میں ملا محمد عمر مجاہد کے بھائی، مولوی نصر اللہ منصور صاحب کے بھتیجے، مولوی محمد یونس خالص بابا کے فرزند اور مولوی جلال الدین حقانی کے صاحب زادے موجود ہیں۔

• ملا شیر محمد عباس ستانکزئی..

- مذاکراتی ٹیم کے سربراہ اور مرکزی شوری کے رکن ہیں۔ موصوف سابقہ دور حکومت میں وزیر خارجہ کے نائب اور پھر وزیر صحت کے معاون وزیر تھے۔

• مولوی ضیاء الرحمن مدنی..

- موصرف سیاسی کمیشن کے رکن اور سابقہ دور حکومت میں صوبہ پروان اور پھر صوبہ لوگر کے گورنر تھے۔

- **مولوی عبدالسلام حنفی..**
- موصوف سیاسی دفتر کے نائب سربراہ، مرکزی شوری کے رکن اور سابقہ دور حکومت میں وزیر تعلیم تھے۔

- **شیخ الحدیث مولوی شہاب الدین دلاور:**

موصوف سیاسی دفتر کے رکن اور سابقہ دور حکومت میں پاکستان اور سعودی عرب میں سفیر رہے ہیں۔

- **ملا عبدالطیف منصور:**

موصوف مرکزی شوری کے رکن، امریکی جارحیت کے بعد سیاسی کمیشن کے سربراہ رہے اور سابقہ دور حکومت میں صوبہ ہلمند کے گورنر اور پھر وزیر زراعت تھے۔

- **ملا عبدالمنان عمری:**

موصوف طالبان کے روحانی سربراہ ملا محمد عمر مجاہد کے بھائی، مرکزی شوری کے رکن اور شہری ہلاکتوں اور شکایات کمیشن کے سربراہ ہیں۔

- **مولوی امیر خان متقی:**

موصوف مرکزی شوری کے رکن، امیر المؤمنین شیخ ہبۃ اللہ اخوندزادہ کے دفتر کے سربراہ، سابق وزیر اطلاعات اور وزیر تعلیم ہیں۔

- **ملا محمد فاضل مظلوم:**

موصوف گوانتاناموبے جیل کے سابق قیدی اور سابقہ دور حکومت کے دوران وزیر دفاع اور آرمی چیف رہے ہیں۔

- **ملا خیر اللہ خیر خواہ:**

موصوف گوانتاناموبے جیل کے سابق قیدی اور سابق وزیر داخلہ ہیں۔

- **مولوی مطیع الحق:**

موصوف مولوی محمد یونس خالص بابا کے بڑے صاحب زادے ہیں۔

- **ملا محمد انس حقانی:**

موصوف مولوی جلال الدین حقانی رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ امریکا نے انہیں بحرین سے گرفتار کر کے کابل انتظامیہ کے حوالے کیا۔ جو کہ فی الحال کابل میں قید ہیں۔

- **مولوی نور اللہ نوری:**

موصوف گوانتاناموجیل کے سابق قیدی اور صوبہ بلخ کے سابق گورنر ہیں۔

- **مولوی محمد نبی عمری:**

موصوف گوانتاناموجیل کے سابق قیدی اور سابقہ دور حکومت کے دوران مولوی جلال الدین حقانی کے قریبی دوست اور مشیر تھے۔

- **ملا عبدالحق وثیق:**

موصوف گوانتاناموجیل کے سابق قیدی اور سابقہ دور حکومت میں محکمہ انٹیلی جنس کے نائب سربراہ تھے۔

مذکورہ رہنماؤں کو امارت اسلامیہ میں نہایت احترام اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ یہ لوگ وہ منجھے ہوئے معروف چہرے ہیں، جو اپنے کردار کی وجہ سے امارت اسلامیہ کی پالیسی اور عوامی امنگوں کی بہترین نمائندگی کر سکتے ہیں۔ مذاکراتی ٹیم کو مزید مؤثر اور مضبوط بنانے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

ہارون بلخی

دورِ حاضر میں ماہنامہ شریعت کی ضرورت

معاشرے کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لیے اصلاح و تجدید کی جو کوششیں ہو رہی ہیں، ان کا تقاضا ہے کہ معاشرے کے ہر شعبے میں اسلامی تعلیمات کو مرتب شکل میں پیش کیا جائے۔ صحافت اور ذرائع ابلاغ بھی جدید معاشرے کا نہ صرف اہم حصہ ہیں، بلکہ یہ دوسرے تمام شعبوں پر اثرانداز ہو کر ان کی صورت گری کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس لیے اس شعبے کا اسلامی بنیادوں پر استوار ہونا نہایت ضروری ہے۔ میڈیا کو ریاست کا چوتھا ستون بھی کہا جاتا ہے۔ اسلامی ریاست کے تصور میں اسلامی عدالت، اسلامی تعلیمی نظام، اسلامی تہذیب، اسلامی نظامِ معیشت، اسلامی معاشرتی نظام پر بہت کچھ کہا سنا جاتا ہے۔ افغان میڈیا اشاعت اور نشریات کے حوالے سے اسلامی معاشرے کی عکاسی نہیں کرتا۔ یہ مغربی تہذیب کی عکاسی کرتا ہے۔ مصالحے دار، چٹخارے دار خبریں ایسے نشر یا شائع کی جاتی ہیں کہ دوسروں کے جذبات مجروح ہوں۔ اخلاقیات کی دھجیاں بکھیری جاتی ہیں۔ افغان سرزمین کو بے علم اور بے فہم سیکولر لوگوں نے روند ڈالا ہے۔ عوام ان کی گمراہ کن راہ نمائی کی وجہ سے دھیرے دھیرے اپنا اسلامی راستہ فراموش کرتے چلے جا رہے ہیں۔ ان کے عقائد و نظریات، عبادات و معاملات اور اقوال و افعال حد درجہ خراب ہو چکے ہیں۔ لہذا افغان معاشرہ اسلامی نہیں، بلکہ مغربی تہذیب کی ایک خزاں رسیدہ اور سوختہ شاخِ نازک کا منظر پیش کرتا ہے۔ حامیانِ سیکولرازم نے صحافتی محاذ پر اپنے 'دجالی میڈیائی ایمونیشن' کا بھرپور استعمال کیا ہے۔

اٹھارہ سال قبل امریکی قیادت میں جدید ٹیکنالوجی سے لیس 49 ممالک نے افغانستان پر جارحیت کی اور امارت اسلامیہ کی حکومت ختم کر دی۔ اس دوران جارح فوج نے جدید ہتھیاروں کے استعمال کے ساتھ ساتھ افغان عوام میں گمراہی اور لادینی پھیلانے کی خاطر سیکڑوں ٹی وی، ریڈیو اسٹیشن، اخبارات اور میگزین وغیرہ کا اجرا کیا۔ استعمار کا یہ شیوہ رہا ہے کہ سب سے پہلے مقبوضہ ممالک کے باشندوں کی دشمن کے خلاف ابھرنے والے نفرت کو کم یا ختم کیا جائے۔ اس کے لیے ذہنی غلامی کا کام کیا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔ اس کے برعکس امارت اسلامیہ نے بھی میڈیا کے میدان میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اس سے قبل پشتو، عربی اور فارسی زبانوں میں جرائد شائع ہو رہے تھے۔ ایک کمی رہ گئی تھی، جسے برصغیر کے مسلمان محسوس کر رہے تھے۔ وہ اردو زبان میں مجاہدین کے حوالے سے حالات سے بےخبری تھی۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے امارت اسلامیہ کی قیادت نے 'شریعت' میگزین کی منظوری دی۔

یہ شریعت کا 84واں شمارہ ہے۔ ہر شمارہ پچھلے شمارے سے زیادہ بہتر اور پر اثر ہوتا جا رہا ہے۔ اس کا حلقہ بھی روزافزوں ترقی کر رہا ہے۔ بتاتے ہیں کہ یہ اکیسویں صدی میں صحافتی میدان میں مجاہدین کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ عموماً سالانہ جاری ہونے والے رسائل و جرائد کو پڑھا لکھا طبقہ بھی فراموش کر جاتا ہے۔ اس مادہ پرست دور میں یہ پذیرائی اور مقبولیت غالباً صرف 'شریعت' کو ہی حاصل ہے کہ عوام و خواص اسے نہ صرف یاد رکھتے ہیں، بلکہ اس کا شدت سے انتظار بھی کرتے ہیں۔ یہ خلوص و للہیت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

امارت اسلامیہ کا ترجمان ماہنامہ شریعت فروری 2013ء سے شائع ہونا شروع ہوا۔ الحمدللہ اس شمارے کے ساتھ اس کا ساتواں سال مکمل ہو رہا ہے۔ اس کے چوراسی شمارے شائع ہو چکے ہیں۔ اس طویل عرصے میں کبھی ایک شمارے کا بھی ناغہ نہیں ہوا۔ کوئی مشترکہ شمارہ طبع نہیں ہوا۔ اسی طرح اس نے کبھی معیار پر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا۔ اس مجلے کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اس کے تمام شمارے انٹرنیٹ پر دستیاب ہیں۔ اسے alemarahurdu.com پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ بات خوش آئند اور وابستگانِ ماہنامہ شریعت کے لیے اطمینان بخش ہے کہ شریعت کے شائقین کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔

سیف العادل احرار

ماسکو کانفرنس اور جہاد کی فتح

طالبان سترہ برس سے کہہ رہے تھے کہ افغانستان پر بیرونی قوتوں نے ناجائز قبضہ کر رکھا ہے۔ ہم ملک کی آزادی اور اسلامی حکومت کے قیام کے لیے مسلح اور سیاسی جدوجہد کر رہے ہیں۔ امریکا یہ جنگ نہیں جیت سکتا۔ وہ طاقت کے استعمال کے بجائے بات چیت کے ذریعے مسئلہ حل کرے۔ بالاخر امریکا نے طالبان کا موقف تسلیم کیا اور مذاکرات کا آغاز کیا۔ جب کہ افغان سیاسی رہنماؤں نے بھی امارت اسلامیہ کا یہ اصولی موقف تسلیم کیا اور حامد کرزئی کی قیادت میں 42 افغان سیاسی رہنماؤں نے ماسکو کانفرنس میں طالبان کے دس رکنی وفد کے ساتھ مختلف امور پر تبادلہ خیال کیا۔ دو روزہ کانفرنس میں امارت اسلامیہ کے وفد کے سربراہ شیر محمد عباس ستانکزئی نے امارت اسلامیہ کا جامع موقف شرکا کے سامنے پیش کیا۔ جس میں قابض فوج کے انخلا، اسلامی حکومت کے قیام اور اسلامی فوج کی تشکیل، اسلامی اصولوں کے مطابق خواتین کے حقوق، آزادی اظہار رائے، تعلیم، شہری ہلاکتوں کی روک تھام اور مضبوط و مستحکم قومی اسلامی حکومت کی تشکیل جیسے اہم نکات شامل تھے۔ کانفرنس کے اختتام پر 9 نکات پر مشتمل اعلامیہ جاری کیا گیا۔ وہ امارت اسلامیہ کی فتح اور بڑی سیاسی کامیابی ہے۔ ان نو نکات میں امارت اسلامیہ کے موقف کی حمایت اور تائید کی گئی ہے۔ ان نکات میں دو نکات سب سے اہم ہیں۔ ان میں مکمل امریکی فوجی انخلا اور اسلامی حکومت کا قیام شامل ہیں۔ ان نکات پر دستخط کرنے والوں میں حنیف اتمر بھی شامل ہیں۔ انہوں نے امریکا کے ساتھ سکیورٹی معاہدے پر بھی دستخط کیے تھے۔ اس کا مطلب ہے انہوں نے جس معاہدے پر دستخط کیے تھے، وہ غلط تھا۔ وہ فوجی انخلا کے حوالے سے وہ طالبان کے موقف کی حمایت کا اعلان کرتے ہیں۔ یہ یقینا مجاہدین کے لیے بہت بڑی کامیابی ہے۔

افغانستان کے داغ دار کردار والے سیاسی رہنماؤں کے ساتھ مذاکرات کی وجہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے امریکی جارحیت کا ساتھ دیا اور سہولت کار بنے، اسلامی حکومت کی راہ میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کی، اب وہ لوگ تائب ہوئے ہیں۔ وہ امریکی جارحیت کے خاتمے اور اسلامی حکومت کے قیام کے لیے امارت اسلامیہ کے موقف اور سیاسی جدوجہد کی حمایت کر رہے ہیں۔ جب وہ اسلامی حکومت کے قیام کی جدوجہد اور موقف کے حامی بن گئے ہیں تو جھگڑا ہی ختم ہو گیا۔

افغان سیاسی رہنماؤں کی جانب سے امریکی فوج کے انخلا کا مطالبہ دراصل طالبان کی سترہ سالہ جدوجہد کی حمایت اور تائید ہے۔ مجاہدین نے امریکی جارحیت کے خلاف جو مزاحمت کی ہے، اس پر مہر تصدیق ثبت کرنے کا اعلان ہے۔ ثابت ہوا کہ امارت اسلامیہ نے عوام کی حقیقی نمائندگی کا حق ادا کیا ہے۔ مجاہدین کا موقف عوام کی آواز ہے۔ حامد کرزئی، حنیف اتمر، جمعیت اسلامی، حزب اسلامی، حزب وحدت سمیت دیگر تنظیموں، محقق، کمانڈر اسماعیل، گل بدین حکمت یار، سیاف، عطانور، مجددی سمیت دیگر رہنماؤں کی جانب سے غیر ملکی فوجی انخلا اور اسلامی حکومت کے قیام کا مطالبہ مجاہدین کی قربانیوں کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔ بلاشبہ مجاہدین کے خون نے رنگ لایا۔ ملک کی آزادی اور اسلامی حکومت کے قیام کی راہ میں رکاوٹیں دور ہو رہی ہیں۔ مجاہدین منزل کے قریب پہنچ گئے ہیں۔

ماسکو کانفرنس کا اعلامیہ امارت اسلامیہ کی سیاسی بالادستی اور کامیابی کا مظہر ہے۔ امارت کے نمائندوں نے جنگ بندی، کٹھ پتلی حکومت سے مذاکرات اور جمہوری نظام تسلیم کرنے جیسے مسائل پر اپنا موقف نہیں بدلا۔ افغان رہنماؤں کو قائل کیا کہ وہ ان کی تمام شرائط اور تجاویز تسلیم کریں۔ اس اعلامیے کے بعد افغانستان سے امریکی فوج کی واپسی نہ صرف فوجی اور سیاسی مجبوری ہو گی، بلکہ اخلاقی ذمہ داری بھی ہے۔ اس سے پہلے امریکا جواز پیش کر رہا تھا کہ صرف طالبان اس کی موجودگی کے مخالف ہیں۔ باقی تمام سیاسی جماعتیں امریکی موجودگی کی حامی ہیں۔ ماسکو کانفرنس کے اعلامیے نے امریکا کا یہ بہانہ بھی ختم کر دیا۔ افغانستان کی نمایاں تمام سیاسی جماعتوں اور مختلف اقوام سے تعلق رکھنے والی شخصیات نے بیک آواز جارحیت کے خاتمے کا مطالبہ کیا ہے۔ جس سے جارحیت کے خلاف جاری مزاحمت کو مزید تقویت ملی ہے۔ ماسکو کانفرنس کے اعلامیے سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سترہ برس سے مجاہدین کی جاری جدوجہد برحق اور جائز تھی۔ جب کہ افغانستان پر امریکی قبضہ ناجائز، غیر قانونی، ظالمانہ اور ہماری دینی اور ملی اقدار کے خلاف اقدام تھا۔ غیر ملکی فوجی انخلا کے مطالبے نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ طالبان دہشت گرد تھے اور نہ ہیں۔ وہ اس دھرتی کے بیٹے، سچے افغان اور سب سے بڑھ کر اسلام پسند ہیں۔ طالبان نے اپنے مخالفین کو امریکی جارحیت کے خلاف اور اپنی مزاحمت کے حق میں استعمال کر کے کابل انتظامیہ کو تنہا اور امن مخالف سمت میں بے نقاب کر دیا ہے۔

خبیر احمد

طاغوت کی نوکری کا انجام

سوویت یونین کے پالے ہوئے غلام حفیظ اللہ امین نے کمیونزم اور کریملین کی خوش نودی کے لیے سیکڑوں افغانوں کو تہہ تیغ کیا۔ کہا جاتا ہے جب امین کے لیے روسی فوج کے ارادے اور تیور بدلے اور وہ اسے ذمہ داریوں سے ہٹا کر مار دینا چاہتے تھے تو روسی فوج کے ایک دستے نے کابل کے دارالامان میں ان پر حملہ کیا۔ حملے کے دوران امین نے اپنے سکیورٹی گارڈ سے کہا 'لگتا ہے امریکی اور ان کے ہم نوا ہم پر حملہ کر رہے ہیں۔ جلد ہی اپنے دوستوں (روسی فوج) کو خبردار کریں، تاکہ ہمیں اس حملے میں تباہی سے بچائیں۔' یہ سن کر گارڈ نے کہا 'جناب! حملہ ہمارے اپنے ہی ساتھیوں نے کیا ہے۔'

جب امریکا نے افغانستان پر جارحیت کر کے اپنی وحشت و سربریت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بی باون کے ذریعے دن رات بم و بارود برسائے تو شمالی اتحاد کے سفید ریش پروفیسرز مسلسل مطالبہ کرتے تھے کہ مزید بڑے اور تباہ کن بم برسائے جائیں۔

پھر چشم فلک نے یہ نظارہ بھی کیا کہ انہی امریکا نے ایک ایک کر کے ان تمام راہ نماؤں کا پنج شیر سے چوری شدہ سے چھین کر انہیں قتل کیا۔ خود عطا محمد نور اعتراف کرتے ہیں کہ امریکا نے ہم سے پیپسی کے جیسا سلوک کیا ہے، جسے پی کر پھینک دیا جاتا ہے۔ کرزئی کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا۔ ان سے اپنے مطلب کا کام لے لیا۔ جب کرزئی یورپ کا دورہ کرتے تو یورپی میڈیا ان کی ایک ایک ادا نشر کرتا تھا۔ ان کی قراقلی، جبے اور لباس کی تعریفیں کی جاتی۔ مشہور امریکی راہ نماؤں کی طرف سے ان کے لیے خیر مقدمی کلمات کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ جب امریکا کو کرزئی اور شمالی اتحاد سے بہتر کٹھ پتلی میسر آگئے تو ان سے منہ موڑ لیا گیا۔ ان پر مختلف نوع کے کیسز بنا کر انہیں بلیک میل کیا جاتا۔ ان سے صاف الفاظ میں کہا گیا کہ اب چلے جاؤ، اب تمہارا وقت نہیں رہا۔

جب کرزئی اور ان کے ہم نوا شمالی اتحاد کو امریکی دھوکے کی سمجھ آئی تو انہوں نے بھی امریکا پر سخت تنقید کی۔ اپنے بیانات میں یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ گویا امریکہ ہمارا دوست نہیں، بلکہ وہ اپنے مفاد کے لیے آیا ہے۔ اب کرزئی سمیت شمالی اتحاد کے کسی راہ نما کو امریکی یاترا کی اجازت نہیں ہے۔ 2014 میں قصرِ صدارت پر متمکن ہونے والے مفکر اشرف غنی بھی اسی فکر میں مرے جا رہے تھے کہ زیادہ سے زیادہ امریکا کی خدمت گزاری کی جائے، تاکہ مناصب میں ترقی اور درازیِ عمر کا سبب بنے۔

اشرف غنی اور گل مرجان نے ایوان صدر پہنچتے ہی 24 گھنٹوں کے اندر یہ عہد کر لیا کہ افغانستان کی خودمختاری اور حریت کو ایک معاہدے کی صورت میں امریکا کے ہاتھوں بیچ دیا جائے گا۔ اشرف غنی، گل مرجان، صبغت اللہ مجددی، عبدالرب رسول سیاف، خلیلی اور قیام الدین کشاف نے امریکی فوج کو ہر طرح کی خون ریزی کی اجازت دی۔ اس طور پر کہ امریکی فوج کو کھلی اجازت ہے۔ وہ انسانی حقوق پامال کرے یا قتل عام کرے۔ البتہ اگر کسی افغانی نے امریکی کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس کا محاسبہ ضرور ہوگا۔ اشرف غنی نے چند قدم آگے بڑھ کر اداروں میں امریکی نژاد افغانوں یا امریکی یونیورسٹیوں سے فارغ التحصیل لوگوں کو ملازمت دی۔ اشرف غنی کے دور میں سب سے زیادہ بم باری کی گئی۔ مجال ہے کہ موصوف نے کسی بڑے سے بڑے سانحے پر کبھی زبان کھولی ہو۔

اس صورت حال میں ٹرمپ کی توع بہ نوع جنگی حکمت عملیوں کی پے در پے ناکامیوں کی وجہ سے انہوں نے زلمے خلیل زاد کو آگے کر کے ان کی یہ ذمہ داری لگائی کہ وہ افغانستان سے انخلا کے لیے امریکا کے لیے راستہ ہموار کریں۔ زلمے خلیل زاد نے افغان حکومت کی تمام چیخ و پکار اور آہ و زاریوں سے صرف نظر کر کے قطر میں طالبان راہ نماؤں کے ساتھ براہ راست مذاکرات کا آغاز کیا۔ اشرف غنی نے ہر ممکن کوشش کی کہ مذاکرات افغان حکومت کی نگرانی میں ہوں۔ زلمے خلیل زاد نے یہ کہہ کر ان کا مطالبہ مسترد کر دیا کہ امریکا اپنی فوج نکال کر فوری طور پر مسئلے کا حل چاہتا ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ صلح اور مذاکرات کے لیے سنجیدہ فیصلے کیے جائیں۔ اسی دوران اشرف غنی نے ٹرمپ کے نام ایک خط بھی روانہ کیا۔ اس خط میں کہا گیا تھا کہ افغانستان کی معدنیات و ذخائر آپ کے ہیں۔ اپنی فوج نہ نکالیں۔ اس طرح ہماری زندگیاں خطرے میں پڑ سکتی ہیں۔

کہا جاتا ہے صدر ٹرمپ اشرف غنی کا خط پڑھنے کے لیے بھی تیار نہ ہوئے۔ چہ جائے کہ انہیں جواب دیا جاتا۔ شنید ہے اشرف غنی نے زلمے خلیل زاد کے ذریعے کئی مرتبہ ٹرمپ کے ساتھ ملاقات کا اہتمام کروانے کی کوشش کی، لیکن ٹرمپ نے یہ کہہ کر مسترد کیا کہ 'کابل میں ہمارا سفیر موجود ہے۔ ان کے ساتھ بات کی جائے۔ اس لیے ہم کہنے میں حق بہ جانب ہیں کہ طاغوت پر اعتماد نہ کیا جائے۔ ورنہ ان کا انجام بھی گزشتہ چالیس سالوں سے کٹھ پتلی حکمرانوں جیسا ہوگا۔ ترکی، ببرک کارمل، حفیظ اللہ امین، ڈاکٹر نجیب اللہ، ربانی، حامد کرزئی اور اشرف کی حالت ہمارے سامنے ہے۔

سید محمد عارف

طالبان امریکا مذاکرات کی میزبانی

طالبان کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے ایک بیان میں کہا ہے کہ پاکستان کی دعوت پر سیاسی دفتر کا نمائندہ وفد پاکستان کا دورہ کرے گا۔ وہ وزیر اعظم عمران خان سے ملاقات کرے گا۔ اس میں افغان مہاجرین اور تاجروں کے مسائل پر پاکستانی حکام کے ساتھ بات چیت کی جائے گی۔ بیان کے مطابق طالبان 18 فروری کو امریکا کے نمائندہ وفد سے بھی ملیں گے۔ امریکی قبضے کے خلاف طالبان کی مزاحمت کو عالمی سطح پر مقبولیت اور پذیرائی ملی ہے۔ بین الاقوامی، علاقائی اور پڑوسی ممالک طالبان کے ساتھ تعلقات استوار کرنے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ طالبان کو باقاعدہ دعوت دیتے ہیں۔ چند ممالک تو افغان امن عمل کی میزبانی کا شرف حاصل کرنے کے لیے سبقت لینے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے حریف ممالک کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں۔ چوں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کی دو بڑی متضاد نظریاتی طاقتیں افغان طالبان اور امریکا کے درمیان بات چیت کرانا ایک کریڈٹ ہے اور اسے حاصل کرنا اُن کی مجبوری ہے، اس لیے وہ ہر طرح کے جائز طریقے اور ناجائز ہتھکنڈے کے ساتھ طالبان کو مجبور کر رہے ہیں، تاکہ امارت اسلامیہ اُس ملک میں مذاکرات کی میز سجالیں۔ کیوں کہ طالبان مستقبل کے تناظر میں امتِ مسلمہ کے لیے ایک ایسی آزاد روشنی کی کرن ہیں، جن کی طرف دنیا بھر کی نگاہیں ٹکٹکی باندھیں دیکھ رہی ہیں۔

> پڑوسی ملک پاکستان کے وزیر اعظم عمران خان نے باضابطہ طور پر طالبان کو ملاقات کی دعوت دی۔ اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ اسلام آباد میں ان کے ساتھ ملاقات کریں۔ مختلف مسائل پر تبادلہ خیال کریں۔ اس کا مطلب ہے پاکستان کی سیاسی سوچ طالبان کو افغانستان کا حکمران دیکھنا چاہتی ہے۔ اس لیے پاکستان کے حکام طالبان کے ساتھ روابط بڑھانا چاہتے ہیں۔ تاکہ مستقبل میں دونوں پڑوسی اسلامی ممالک بہتر تعلقات کے ذریعے معاملات حل اور غلط فہمیاں دور کر سکیں۔

حملہ آوروں اور کابل انتظامیہ نے بہت کوشش کی کہ وہ طالبان کو خطے اور دنیا کے لیے سنگین خطرے کے طور پر پیش کر سکیں۔ افغانستان میں 22 مسلح گروہوں کی موجودگی کا پروپیگنڈا بھی رچایا گیا، تاکہ وہ افغانستان پر ناجائز قبضہ برقرار رکھنے کے لیے جواز مہیا کریں۔ طالبان کے خلاف عالمی سطح پر سیاسی اور عسکری حمایت بھی حاصل کرنے کی بھی کوشش کریں۔ اس سب کے مقابلے میں طالبان نے سیاسی میدان میں دشمن کو ایسا زناٹے دار تھپڑ رسید کیا کہ ان کے حواس ہی ماؤف ہو گئے ہیں۔ طالبان نے صرف گزشتہ سال کے دوران ماسکو، بیجنگ، تہران اور تاشقند کا دورہ کیا۔ وہاں کے حکام کے ساتھ افغانستان کی اسٹریٹجک اور سیاسی صورت حال پر تبادلہ خیال کیا۔ ان کے سامنے اپنا موقف بھی پیش کیا۔ یہ یقین بھی دلایا کہ افغان سرزمین کسی کے خلاف استعمال نہیں ہونے دی جائے گی۔ مجموعی طور پر طالبان نے کامیاب اور فعال سفارت کاری کے ذریعے افغانستان پر امریکی جارحیت کی حمایت کرنے والوں کے سامنے اس کا بھیانک چہرہ بے نقاب کر دیا۔ پڑوسیوں اور ان علاقائی ممالک کے ساتھ تعلقات استوار اور روابط بڑھا دیے، جن کی بین الاقوامی سطح پر فوجی، سیاسی اور

اقتصادی شعبوں میں اہمیت مسلم ہے۔ وہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے مستقل اراکین ہیں۔

طالبان سرکاری طور پر مدعو کیے جا رہے ہیں۔ سینئر حکام اور وزرائے خارجہ ان کا استقبال کرتے ہیں۔ امریکی آمد کے بعد دہشت گرد، جاہل اور گنوار سمجھے، کہے اور بولے جانے والے طالبان کے ساتھ اب رابطوں اور تعلقات پر فخر محسوس کیا جاتا ہے۔ ماضی میں طالبان کا نام لینا بھی جرم تھا۔ اتنی بڑی تبدیلی جہاد اور مجاہدین کی لازوال قربانیوں کا نتیجہ ہے۔ جو قوم بھی جہاد کرے گی، اللہ اُسے یوں ہی عزت دے گا۔ جو قوم جہاد سے منہ موڑے گی، وہ اسی طرح چاپلوسی اور ذلت کا سامنا کرے گی۔ پاکستان نے طالبان کو باضابطہ دعوت دی اور طالبان نے اس کو قبول کیا۔ یہ ان کے لیے بڑی کامیابی ہے۔ کیوں کہ پاکستان پڑوسی ہے۔ دونوں برادر اسلامی ممالک کے درمیان طویل سرحد واقع ہے۔ ان کے درمیان تاریخی، مذہبی اور ثقافتی شراکت داری ہے۔ زلمے خلیل زاد اور اشرف غنی امریکی مفاد کے تحفظ اور افغانستان پر ناجائز قبضہ برقرار رکھنے کے لیے پاکستان سمیت مختلف ممالک کے دورے کر رہے ہیں۔ طالبان کو بھی حق ہے کہ وہ نظام، سیاسی قوت اور ملک کے اہم فریق کے طور پر مختلف ممالک کے ساتھ اچھے روابط قائم رکھیں۔

مختلف ممالک طالبان کے نمائندوں سے رابطے کر رہے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے انہیں ایک قوم کے نمائندے کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ امریکا نے کابل انتظامیہ کے ساتھ سکیورٹی معاہدہ کیا تھا۔ وہ اب طالبان کے ساتھ نیا معاہدہ کر رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے امریکا مستقبل میں کابل انتظامیہ کے بجائے طالبان کو بطور حکمران دیکھنا چاہتا ہے۔ انہیں اپنے ملک کا نمائندہ تسلیم کرتا ہے۔ جب روس طالبان کو اعلی سطح پر دعوت دیتا ہے اور اس کے وزیر خارجہ اور دیگر اعلی حکام ان کے ساتھ ملاقات کرتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے طالبان ایک گروپ نہیں، بلکہ اپنے ملک کے حقیقی نمائندے ہیں۔ اس لیے روس جیسے بڑے ملک کے وزیر خارجہ اور دیگر حکام ان سے ملتے ہیں۔ مختلف معاملات پر ان کے ساتھ تبادلہ خیال کرتے ہیں۔ ایران طالبان کو باضابطہ دعوت دیتا ہے۔ وزیر خارجہ جیسے اعلی حکام انہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔ ان کا استقبال کرتے ہیں۔ باہمی مسائل پر تبادلہ خیال کرتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ طالبان ایک نظام اور عوام کے نمائندے ہیں۔ ابوظہبی کی جانب سے طالبان کو مدعو کیا جاتا ہے۔ وزیر خارجہ کی جانب سے استقبال کیا جاتا ہے۔ اعلی حکومتی سطح کا طیارہ ان کے لیے بھیجا جاتا ہے۔ سرکاری سطح پر پروٹوکول دیا جاتا ہے۔ اس کا مطلب ہے وہ ایک گروپ نہیں، بلکہ عوامی قوت کے مقبول نمائندے ہیں۔ چین، جرمنی اور سعودیہ سمیت کچھ مسلم اور دیگر ممالک یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ طالبان کے اجلاسوں کی میزبانی کا شرف حاصل کریں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایسے بڑے ممالک ایک تنظیم یا گروپ کے ساتھ معاملات میں اتنی دل چسپی رکھتے ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ طالبان کو مستقبل کے مسائل، سیاست اور حکومتی معاملات میں ایک جائز قانونی حکومت اور سیاسی پارٹنر کے طور پر دیکھنا چاہتے ہیں۔

پڑوسی ملک پاکستان کے وزیراعظم عمران خان نے باضابطہ طور پر طالبان کو ملاقات کی دعوت دی۔ اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ اسلام آباد میں ان کے ساتھ ملاقات کریں۔ مختلف مسائل پر تبادلہ خیال کریں۔

اس کا مطلب ہے پاکستان کی سیاسی سوچ طالبان کو افغانستان کا حکمران دیکھنا چاہتی ہے۔ اس لیے پاکستان کے حکام طالبان کے ساتھ روابط بڑھانا چاہتے ہیں۔ تاکہ مستقبل میں دونوں پڑوسی اسلامی ممالک بہتر تعلقات کے ذریعے معاملات حل اور غلط فہمیاں دور کر سکیں۔

سیف العادل احرار

قطر مذاکرات اور اہم پیش رفت

قطر مذاکرات میں امارت اسلامیہ کے 8 ارکان نے زلمے خلیل زاد کی قیادت میں امریکا کے 11 رکنی وفد کے ساتھ تفصیلی مذاکرات کیے ہیں۔ امارت اسلامیہ کی جانب سے ملا محمد عباس ستانکزئی نے مذاکرات کی قیادت کی اور مذاکرات کے بعد ایک نجی ویب سائٹ نن ڈاٹ ایشیا کو انٹرویو دیتے ہوئے کچھ مبہم سوالوں کے جوابات دیے۔ اس تحریر میں ان کی گفتگو کا خلاصہ قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

ابوظہبی مذاکرات میں فریقین نے آئندہ نشست کے لیے ایک ایجنڈہ طے کیا تھا، جس میں دو باتوں پر اتفاق ہوا تھا۔ پہلا امریکی فوج کا مکمل انخلا اور دوسرا افغان سرزمین سے امریکا کو خطرہ لاحق نہ ہونا۔ قطر مذاکرات میں ایجنڈے کے مطابق ان دو اہم موضوعات پر فریقین نے تفصیلی مذاکرات کیے اور کافی حد تک پیش رفت بھی ہوئی۔ اس کے علاوہ

> امریکا جیسے ہی فوجی انخلا شروع کرے گا، طالبان افغان سیاسی اور مذہبی رہنماؤں کے ساتھ مذاکرات شروع کریں گے۔ نئی فوج تشکیل دینے، تمام برادر اقوام پر مشتمل ایک مضبوط اور مستحکم حکومت قائم کرنے اور قوم کو متفقہ آئین دینے کے اقدامات کیے جائیں گے۔ اب تک طالبان رہنماؤں نے جن افغان سیاسی رہنماؤں اور قومی معتبرین کے ساتھ ملاقاتیں کی ہیں، ان میں ان دونوں باتوں پر اتفاق ہوا ہے کہ ملک آزاد اور اس میں اسلامی نظام نافذ کیا جائے گا، اس پر سب متفق ہیں۔ موجودہ کٹھ پتلی حکومت نے امریکا یا دیگر ممالک کے ساتھ جو معاہدے کیے ہیں، وہ سب کالعدم تصور کیے جائیں گے۔ امارت اسلامیہ عوام کی نمائندگی کا حق ادا کرتے ہوئے ایک متفقہ حکومت قائم کرے گی۔ عبوری حکومت قائم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

امریکی نمائندہ وفد نے اعتراف کیا کہ ہم امریکی فوج کی مکمل واپسی کے لیے تیار ہیں۔ البتہ شرط افغان سرزمین سے امریکا کو خطرہ لاحق نہیں ہونا چاہیے۔ جس پر طالبان نمائندہ وفد نے یقین دلایا کہ ہم اپنی سرزمین کو امریکا سمیت کسی ملک کے خلاف استعمال نہیں ہونے دیں گے۔ امریکی وفد نے کہا کہ جب ہمیں افغان سرزمین سے خطرہ نہیں ہوگا تو ہم افغانستان میں اپنی فوج برقرار نہیں رکھیں گے۔ جب ان اہم معاملات پر پیش رفت ہوئی اور ان دونوں معاملات کو طے کرنے کے لیے طالبان اور امریکا کے چند ارکان پر مشتمل دو کمیٹیاں تشکیل دی جائیں گی، جو انخلا اور خطرہ لاحق نہ ہونے سے متعلق اپنی سفارشات مرتب کر کے رہنماؤں کے سامنے پیش کریں گی۔ جس پر 25 فروری کی نشست کو غور کیا جائے گا اور حتمی شکل دی جائے گی۔ اس نشست میں اقوام متحدہ، او آئی

امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے رہنماؤں نے قیدیوں کی رہائی، قطر دفتر کو رسمی طور پر تسلیم کرنے اور بلیک لسٹ سے رہنماؤں کے نام کے اخراج پر بھی تبادلہ خیال کیا، جن کا تعلق براہ راست امریکا کے ساتھ تھا۔ اس لیے امریکی وفد کے ساتھ ان معاملات پر بات چیت کی گئی۔ جب کہ حکومت کی تشکیل، نظام اور دیگر ملکی مسائل کا تعلق افغانوں ساتھ ہے، جس پر مستقبل میں افغان حلقوں کے ساتھ اس پر بات کی جائے گی۔ امریکا سمیت کسی ملک کی مداخلت میں برداشت نہیں کی جائے گی۔

سی، ہمسایہ اور بڑے ممالک کے نمائندے بھی شرکت کریں گے۔ وہ بطور ضامن اس معاہدے پر دستخط کریں گے۔ اس ضمن میں امریکی وفد نے طالبان رہنماؤں سے مطالبہ کیا کہ 'وہ امریکی انخلا کے شیڈول کے اعلان کے ساتھ ہی جنگ بندی کا اعلان اور کابل انتظامیہ کے ساتھ مذاکرات شروع کریں۔ لہٰذا ہم طالبان رہنماؤں نے کہا کہ 'ہم کابل انتظامیہ کو قانونی حکومت تسلیم نہیں کرتے۔ اس کے ساتھ مذاکرات اسے قانونی حکومت تسلیم کرنے کے مترادف ہوں گے۔' البتہ افغان سیاسی رہنماؤں، قبائلی عمائدین اور قومی معتبرین کے ساتھ ضرور ملاقاتیں کریں گے۔ ان کی تجاویز پر

غور کریں گے، بلکہ پہلے سے ہم نے یہ سلسلہ شروع کیا ہے۔ قطر دفتر کے رہنماؤں نے مختلف ممالک میں افغان سیاسی رہنماؤں کے ساتھ ملاقاتیں کی ہیں۔ ان کی جانب سے پیش کردہ تجاویز پر مثبت پیش رفت بھی ہوئی ہے۔

امریکا نے اس بات کا ادراک کیا ہے کہ افغانستان کے نصف سے زائد رقبے پر طالبان حاکم ہیں۔ حکومت کے زیر کنٹرول علاقوں کے لوگ بھی طالبان کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں۔ ان کے ساتھ رابطے میں رہتے ہیں۔ مستقبل میں طالبان اس ملک کے حکمران ہوں گے۔ اس لیے امریکا طالبان کے ساتھ یہ معاہدہ کر رہا ہے کہ وہ افغان سرزمین کو امریکا کے خلاف استعمال ہونے کی اجازت نہیں دیں گے۔ طالبان رہنماؤں نے مذاکرات کے دوران امریکی نمائندوں پر واضح کیا کہ افغان تنازع کے دو اہم نکات ہیں۔ ایک بیرونی اور دوسرا ملکی۔۔ قابض فوج کا انخلا، اقتصادی پابندیاں، بلیک لسٹ، قیدیوں کی رہائی اور سیاسی دفتر جیسے معاملات کا تعلق امریکا کے ساتھ ہے۔ جن پر امریکا کے ساتھ ہی بات چیت ہوگی۔ دوسرا نکتہ ملکی معاملات کا ہے۔ جیسے حکومت کی تشکیل، ملکی آئین اور نظام حکومت۔۔ ان معاملات پر افغان رہنماؤں کے ساتھ بات چیت کی جائے گی۔ ہم ان معاملات میں کسی ملک کی مداخلت بھی برداشت نہیں کریں گے۔ ہم افغان عوام اپنی مرضی سے یہ معاملات طے کریں گے۔ امارت اسلامیہ عوام کی نمائندگی کے ساتھ امریکا کے ساتھ بیرونی معاملات پر بات چیت کر رہی ہے۔ جس کو عوام کی تائید حاصل ہے۔

اس وقت افغانستان میں غیر ملکی فوجی مختلف شعبوں میں کام کر رہے ہیں۔ کمپاونڈ کے نام سے تعینات فوجی جنگ میں مصروف ہیں۔ کچھ فوجی افغان اہل کاروں کو تربیت دے رہے ہیں۔ کرائے کے قاتل، جنہیں قرارداد اہل کار بھی کہا جاتا ہے، موجود ہیں۔ جب کہ غیر ملکی سفارت خانوں کے تحفظ کے لیے بھی مختلف ممالک کے فوجی تعینات ہیں۔ مذاکرات کے دوران زلمے خلیل زاد نے مطالبہ کیا کہ کمپاونڈ کے نام سے تعینات جنگ میں مصروف فوجی نکل جائیں گے۔ جب کہ افغان اہل کاروں کو تربیت دینے والے یا سفارت خانوں کے تحفظ کے لیے تعینات فوجی بدستور یہاں موجود رہیں گے۔ جس پر امارت اسلامیہ کے نمائندوں نے دوٹوک جواب دیا کہ 'جب تک ایک امریکی فوجی بھی یہاں موجود رہے گا، جنگ رہے گی۔' جس پر مطالبہ کیا گیا کہ سفارت خانوں پر تعینات فوجیوں کو انخلا سے مستثنی قرار دیا جائے۔' طالبان نمائندے اس کے خلاف بھی ڈٹ گئے۔ آخر اس پر اتفاق ہوا کہ تمام غیر ملکی فوجیوں کو افغانستان سے نکالا جائے گا۔ جو بہت بڑی پیش رفت اور مجاہدین کے لیے عظیم فتح ہے۔

امریکا جیسے ہی فوجی انخلا شروع کرے گا، طالبان افغان سیاسی اور مذہبی رہنماؤں کے ساتھ مذاکرات شروع کریں گے۔ نئی فوج تشکیل دینے، تمام برادر اقوام پر مشتمل ایک مضبوط اور مستحکم حکومت قائم کرنے اور قوم کو متفقہ آئین دینے کے اقدامات کیے جائیں گے۔ اب تک طالبان رہنماؤں نے جن افغان سیاسی رہنماؤں اور قومی معتبرین کے ساتھ ملاقاتیں کی ہیں، ان میں ان دونوں باتوں پر اتفاق ہوا ہے کہ ملک آزاد اور اس میں اسلامی نظام نافذ کیا جائے گا، اس پر سب متفق ہیں۔ موجودہ کٹھ پتلی حکومت نے امریکا یا دیگر ممالک کے ساتھ جو معاہدے کیے ہیں، وہ سب کالعدم تصور کیے جائیں گے۔ امارت اسلامیہ عوام کی نمائندگی کا حق ادا کرتے ہوئے ایک متفقہ حکومت قائم کرے گی۔ عبوری حکومت قائم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ظاہر ہے امریکی فوج کا انخلا چند مہینوں پر مشتمل ہوگا، اس دوران طالبان حکومت کے قیام، آئین اور دیگر ملکی معاملات پر تمام سیاسی اور مذہبی رہنماؤں کے ساتھ مل کر کسی نتیجے پر پہنچ چکے ہوں گے۔ قابض فوج کے مکمل انخلا کے بعد متفقہ نئی حکومت برسراقتدار آئے گی۔

یہ بات واضح ہے کہ افغانستان میں اسلامی حکومت قائم تھی۔ ملک آزاد اور اسلامی نظام نافذ تھا۔ امریکا نے ایک آزاد اسلامی ملک پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کیا۔ چند جرائم پیشہ عناصر پر مشتمل نام نہاد کٹھ پتلی حکومت عوام پر مسلط کی گئی۔ جس کے خلاف امارت اسلامیہ کی قیادت میں افغان عوام نے مزاحمت کی۔ سترہ برس سے جہادی فریضہ انجام دیا جا رہا ہے۔ امریکی فوج نے کچھ لوگوں کو ورغلایا اور انہیں ڈالر دے کر اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے استعمال کیا۔ جس دن امریکی فوجیں نکل جائیں گی، نام نہاد افغان حکومت اور فوج خود بخود ختم ہو جائے گی۔ امریکی فوج کے انخلا کے بعد متفقہ طور پر جو حکومت قائم ہوگی، وہ از سر نو فوج اور تمام ادارے قائم کر کے ملک میں بہترین نظام لائے گی۔ اس کے علاوہ ملک کی تعمیر نو، ذخائر اور معدنیات، فیکٹریوں اور ترقیاتی منصوبوں کے لیے امریکا، چین، ہمسایہ ممالک سمیت دنیا کے مختلف ممالک کے ساتھ معاہدے کیے جائیں گے۔ ملک میں ترقی اور خوش حالی کا نیا دور شروع ہوگا۔ ان شاءاللہ

ابو عابد

ماسکو کانفرنس سیاسی کامیابی

حال ہی میں امریکی فوج کے انخلا کی بازگشت کے بعد اکثر لوگوں نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ امریکی انخلا کے بعد کیا ہوگا؟ افغانستان میں چالیس سال سے جاری جنگ کے دوران فریقین کے درمیان دشمنی اور نفرت کی وجہ سے ایک بار پھر خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔ ماضی میں باہم دست و گریبان جماعتوں کے قائدین ایک بار پھر باہمی لڑائیاں شروع کریں گے؟ کیا امریکی جارحیت کے لیے سہولت کار کا کردار ادا کرنے والے لوگ اور سیاسی جماعتیں امارت اسلامیہ کا بیانیہ 'اسلامی نظام' قبول کریں گی یا اس کی مخالفت کر کے دوبارہ جنگ کا راستہ اختیار کریں گی؟ ان سوالوں کے حل کے لیے ماسکو کانفرنس میں تمام نمایاں سیاسی جماعتوں اور اہم شخصیات نے ایک متفقہ اعلامیہ جاری کیا، جس کا پوری قوم نے خیر مقدم کیا۔

روس میں مقیم افغانوں کی ایک کمیونٹی کی میزبانی میں 5 اور 6 فروری کو ماسکو میں دورہ کانفرنس ہوئی۔ جب کہ روس نے باقاعدہ اعلامیہ جاری کیا کہ کانفرنس میں اس کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ یہ افغانوں کا باہمی مسئلہ ہے۔ کانفرنس میں درجنوں اہم شخصیات نے شرکت کی۔ طالبان کی جانب سے سیاسی دفتر کے دس ارکان 'شیر محمد عباس ستانکزئی، مولوی عبدالسلام حنفی، محمد زاہد احمد زئی، قاری دین محمد حنیف، محمد سہیل شاہین، مولوی شہاب الدین دلاور، مولوی جان محمد مدنی، شیخ سید رسول حلیم، مولوی ضیاء الرحمن مدنی اور نبراس الحق عزیز' شامل تھے۔ کابل سے سابق سرکاری حکام، مختلف جماعتوں کے نمائندوں اور بااثر شخصیات کانفرنس میں شریک تھیں۔ حامد کرزئی کی قیادت میں کابل وفد میں 'حامد کرزئی، یونس قانونی، حنیف اتمر، محمد محقق، کمانڈر اسماعیل خان، بادشاہ خان زدران، شیر محمد اخوندزادہ، ہواعلم نورستانی، مدار علی کریمی، حاجی دین محمد، شہزادہ مسعود، مولوی قلم الدین، ڈاکر مشاہد، زلمے ہیواد مل، وکیل احمد متوکل، شعیب وکیل احمد، سید الرحمن حقانی، نظر محمد مطمئن، وحید مژدہ، عبدالحکیم مجاہد، داؤد علی نجفی، عبدالکریم خرم، مولوی عبدالسلام ضعیف، انجینئر یوسف پشتون، عبدالجبار تقوی، ضرار احمد عثمانی، رنگین داد فرسپانتا، لطیف پدرام، ڈاکٹر زلمے رسول، قاضی گل رحمن، وحیداللہ شہرانی، سید طہ، حضرت عمر زاخیل وال، سید فضل اللہ واحدی، مولوی عبدالسلام عابد، قطب الدین ہلال، ارشاد احمدی، محبوب الرحمن داؤدزئی، احمداللہ علی زئی، محمد زمان مزمل، فوزیہ کوفی اور محمد عزیز ہلال' شامل تھے۔

> ماسکو کانفرنس میں طالبان نے اپنے ان تمام مخالفین کو خاموش اور لاجواب کر دیا، جو طالبان کو مستقبل میں بدامنی اور جنگ کا سبب قرار دیتے تھے۔ طالبان نے واضح کہا کہ ہم ملک میں مفاہمت پر یقین رکھتے ہیں۔ ہم ملک کی حاکمیت، امن، منصفانہ اسلامی نظام، افغانستان کی ترقی اور خوش حالی کے لیے پرعزم ہیں۔ ماسکو کانفرنس کے بعد کابل انتظامیہ تنہائی کا شکار ہوئی۔ طالبان نے محلے کی سطح پر کابل انتظامیہ کو تنہا کر دیا۔ اس بار انہوں نے صدارتی محل کے ارد گرد کی تمام سیاسی جماعتوں کو اپنا ہمنوا بنا لیا ہے۔

حزب اسلامی کی جانب سے ڈاکٹر غیرت بہیر اور گل بدین حکمت یار کے صاحبزادے حبیب الرحمن حکمت یار نے شرکت کی۔ پیر صاحب کی تنظیم کی نمائندگی نجیب اللہ مجددی نے کی۔ پاکستان سے افغان مہاجرین کے نمائندہ ہاشمی، امین جان مجددی آغا، حاجی دوا جان لوگری، نورالرحمن ترہ خیل، شہنواز تنی اور سید سلیمان نے شرکت کی۔ اس کے علاوہ بین الاقوامی اور افغان میڈیا کے نمائندوں کی

بڑی تعداد اس موقع پر موجود تھی۔ پہلے دن کچھ شرکا دیر سے پہنچے، جس کی وجہ سے کانفرنس چند گھنٹے تاخیر سے شروع ہوئی۔ ظہر کی نماز سب نے شیخ شہاب الدین دلاور کی امامت میں ادا کی۔ جس کے بعد تلاوتِ قرآن پاک سے کانفرنس کا افتتاح کیا گیا۔ میزبان نادر شاہ نے افتتاحی طور پر گفتگو کی۔ اس کے بعد حامد کرزئی نے مختصر بات کی اور پھر امارت اسلامیہ کے وفد کے سربراہ شیر محمد عباس نے مفصل خطاب کیا۔ انہوں نے امن کی اہمیت اور اس کے لیے چند ابتدائی اقدامات اٹھانے: 'بلیک لسٹ کا خاتمہ، قیدیوں کی رہائی، سیاسی دفتر کو تسلیم کرنے اور امارت اسلامیہ کے خلاف منفی پروپیگنڈا بند کرنے' پر زور دیا۔ اس کے بعد امن کی راہ میں حائل رکاوٹوں: 'جارحیت کا خاتمہ، اسلامی نظام کا نفاذ اور موجودہ آئین' بارے اپنا موقف پیش کیا۔ اس کے بعد مختلف اہم موضوعات بارے امارت اسلامیہ کا موقف پیش کیا، جس پر تمام شرکا نے اطمینان کا اظہار کیا۔

ستانکزئی کے مفصل خطاب کے بعد یونس قانونی، محمد محقق، عطا محمد نور اور چند دیگر شرکا نے گفتگو کی۔ اس وقت تک خوش گوار ماحول میں کانفرنس جاری تھی۔ سوشل میڈیا پر بھی براہ راست اس کے مناظر دکھائے جا رہے تھے۔ اس کے بعد براہ راست نشریات پر پابندی لگا دی گئی۔ رات گئے تک کانفرنس جاری رہی۔ پہلے دن کانفرنس کے اختتام پر حامد کرزئی، شیر محمد عباس، محقق، قانونی اور عبدالسلام حنفی نے میڈیا کے نمائندوں کے ساتھ مختصر بات چیت کی۔ اس بات پر اطمینان کا اظہار کیا گیا کہ خوش گوار ماحول میں کانفرنس منعقد ہوئی۔ کل بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

اگلے روز 6 فروری کو پھر کانفرنس شروع ہوئی۔ جس میں مختلف اہم موضوعات پر شرکا نے تبادلہ خیال کیا۔ بڑے مسائل پر اتفاق کیا گیا۔ کانفرنس کے تمام شرکا نے واضح طور پر کہا کہ غیر ملکی قابض فوج کا انخلا، اسلامی نظام کا نفاذ اور آئین میں بنیادی اصلاحات ضروری ہیں۔ افغانستان تمام افغانوں کا مشترکہ گھر ہے۔ کسی کو بھی زبردستی اقتدار حاصل کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

کانفرنس کے اختتام پر 9 نکات پر مشتمل مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا، جس میں غیر ملکی فوج کے انخلا اور اسلامی نظام کے نفاذ پر زور دیا گیا۔ آئندہ بھی ایسی کانفرنسوں کے انعقاد کا اعلان کیا گیا۔ اگر کانفرنس کے اعلامیے پر غور کیا جائے تو بلا شبہ ماسکو کانفرنس طالبان کے لیے سفارتی اور سیاسی لحاظ سے بڑی کامیابی ہے۔ کل تک میڈیا زور لگا رہا تھا کہ طالبان ملک کے دشمن اور کسی اَور کے آلہ کار ہیں۔ ماسکو کانفرنس میں بین الافغانی مذاکرات کے بعد طالبان بھی محبِ وطن ثابت ہوئے۔ طالبان نے کانفرنس کے تمام شرکا کو اپنے معقول اور اصولی موقف کے ذریعے متاثر کیا۔

ماسکو کانفرنس میں طالبان نے اپنے ان تمام مخالفین کو خاموش اور لاجواب کر دیا، جو طالبان کو مستقبل میں بد امنی اور جنگ کا سبب قرار دیتے تھے۔ طالبان نے واضح کہا کہ ہم ملک میں مفاہمت پر یقین رکھتے ہیں۔ ہم ملک کی حاکیت، امن، منصفانہ اسلامی نظام، افغانستان کی ترقی اور خوش حالی کے لیے پر عزم ہیں۔ ماسکو کانفرنس کے بعد کابل انتظامیہ تنہائی کا شکار ہوئی۔ طالبان نے خطے کی سطح پر کابل انتظامیہ کو تنہا کر دیا۔ اس بار انہوں نے صدارتی محل کے ارد گرد کی تمام سیاسی جماعتوں کو اپنا ہمنوا بنا لیا ہے۔ اشرف غنی نے ماسکو کانفرنس کے دن طلوع نیوز کے ساتھ گفتگو کے دوران ماسکو کانفرنس پر کڑی تنقید کی۔ بین الافغانی مذاکرات کی مخالفت کرنا اشرف غنی کے لیے سنگین نتائج کا باعث بن سکتا ہے۔ کیوں کہ اس سے یہ تاثر ملا کہ وہ امن عمل کے مخالف ہیں، جو افغان عوام کی سب سے بڑی آرزو ہے۔ اگرچہ ماسکو کانفرنس پر کچھ لوگوں نے اعتراضات کیے

۔کانفرنس کے مقام، شرکا کی ترکیب، کل تک ایک دوسرے کو قتل کرنے اور آج ایک میز پر خوش گوار موڈ میں مذاکرات کرنے جیسے جذباتی معاملات پر تنقید کی گئی۔ تاہم حقیقت کے زاویے سے دیکھا جائے تو یہ کانفرنس نہایت مثبت اور کامیاب رہی۔ خاص طور طالبان کے امریکا کے ساتھ کامیاب مذاکرات کے بعد افغان سیاسی رہنماؤں کے ساتھ نشست اور اہم معاملات پر تبادلہ خیال ایک مثبت اقدام ہے۔ یہ ملک کے مستقبل کے لیے نیک شگون اور بہت بڑی کامیابی ہے۔

قاری نثار احمد

امریکی انخلا اور بے وجہ خدشات

افغانستان میں امریکی شکست کے بعد ٹرمپ نے اعتراف کیا کہ اس لاحاصل جنگ میں امریکا کے سات ہزار فوجی ہلاک اور سات کھرب امریکی ڈالر صرف ہوئے۔ دو دہائیوں سے اس جنگ میں مصروف امریکی فوجی تھک چکے ہیں۔ ہم یہ جنگ نہیں جیت سکتے۔ اب وقت آیا ہے کہ امن کوششوں کو چانس دیا جائے۔ مذاکرات کے ذریعے یہ مسئلہ حل کیا جائے۔ اسی غرض سے ٹرمپ نے زلمے خلیل زاد کو ٹاسک دیا ہے کہ وہ بات چیت کے ذریعے افغان تنازع حل کریں۔ جب کہ افغان سیاسی رہنماؤں نے بھی باہمی مفاہمتی عمل کو آگے بڑھانے کے لیے طالبان کے ساتھ ماسکو میں دو روزہ مذاکرات کیے، جو قیام امن کے لیے بڑی پیش رفت ثابت ہوسکتی ہے۔

> اہم بات یہ ہے کہ روسی انخلا کے بعد صرف مزاحمت کاروں نے امن معاہدہ کیا اور روس نواز قوتوں کو اقتدار سے بے دخل کیا۔ جب کہ امریکا نے افغانستان پر جارحیت کے بعد بون کانفرنس میں چند مخصوص قوتوں کو اقتدار میں شامل کیا، جس کے خلاف پھر مزاحمت شروع ہوئی۔ ماسکو کانفرنس ان دونوں معاہدوں سے اس لیے ممتاز ہے کہ اس میں تمام نمایاں تنظیموں، موجودہ نظام کے اعلی حکام، جہادی رہنماؤں، علمائے کرام، قومی معتبرین اور خواتین نے شرکت کی۔ ملک کے مستقبل کے لیے متفقہ اعلامیہ جاری کیا۔ لہذا جو لوگ غیر ضروری خدشات کا اظہار کر رہے ہیں ان کے ذاتی مفاد کو نقصان ہوگا، اس لیے وہ واویلا کر رہے ہیں۔

افغان عوام نے بڑے پیمانے پر اس کا خیر مقدم کیا ہے۔ تاہم کچھ حلقوں کی جانب سے خدشات کا اظہار کیا جاتا ہے کہ جس طرح روسی انخلا کے بعد مجاہدین نے کابل فتح کیا تو وہ اسے پرامن نہ رکھ سکے۔ ملک میں خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ جس کے رد عمل میں طالبان وجود میں آئے۔ اب ایک بار پھر امریکی انخلا کے بعد 90 کی دہائی کی طرح ملک میں خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔ اشرف غنی کے ساتھ بھی ڈاکٹر نجیب اللہ جیسا سلوک ہوگا۔ ملک کے اندر قومی اور تنظیمی جھگڑے شروع ہوجائیں گے۔

درحقیقت یہ خدشہ نہیں، بلکہ پروپیگنڈا ہے۔ کچھ لوگ یہ ذاتی مفاد کے لیے کر رہے ہیں۔ نوے کی دہائی اور موجودہ وقت میں بہت فرق ہے۔ امریکا فوجی انخلا کے باوجود خطے میں اپنا اثر و رسوخ ختم نہیں کرے گا۔ جب کہ چین، روس اور ایران فوجی انخلا کے بعد بھی خطے میں امریکا کے اثرو رسوخ سے غافل نہیں رہیں گے۔ اس لیے وہ افغانستان میں ایک مضبوط، مستحکم اور غیر جانب دار حکومت کے قیام کے خواہاں ہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ امریکی جارحیت کے خلاف برسرپیکار صرف ایک تحریک ہے، جو منظم اور متحد ہے۔ نوے کی دہائی کی طرح متعدد فاتح گروپوں کا آپس میں اُلجھنے کا خدشہ نہیں ہے۔ تیسری وجہ یہ کہ مزاحمت کرنے والے مجاہدین قومی، لسانی یا باہر سے وارد شدہ گروپ نہیں ہیں۔ انہوں نے ملک پر پانچ سال حکمرانی کی ہے۔ وہ بہترین حکمرانی کی مثال قائم کر چکے ہیں۔ ان کی جڑیں عوام کے اندر مضبوط ہیں۔ وہ کافی تجربہ کار لوگ ہیں۔ وہ موجودہ صورت حال میں بھی حیرت انگیز طور پر منظم اور متحد ہیں، بلکہ پہلے سے زیادہ مضبوط ہیں۔ انہیں سیاسی، سفارتی اعتبار سے قبولیت ملی ہے۔ حال ہی میں قیادت کے ایک حکم پر درجنوں

گورنروں اور کمانڈروں کے تبادلے ہوئے۔ کسی نے حکم عدولی کا تصور بھی نہیں کیا۔ ملک کے ستر فیصد حصے پر ان کا کنٹرول ہے۔ یہاں بدامنی اور لاقانونیت کی ایک مثال بھی نہیں ملتی۔ چوتھی وجہ یہ کہ جب طالبان اور امریکا کے درمیان مذاکرات میں فوجی انخلا کا شیڈول جاری کیا جائے گا تو اس کے ساتھ ہی طالبان اور افغان سیاسی قائدین ملکی نظام اور حکومت کے قیام پر بھی مذاکرات کریں گے۔ انخلا مکمل ہونے سے قبل کسی نتیجے پر پہنچ جائیں گے۔ انخلا کے فوراً بعد ملک میں حکومت قائم کریں گے۔

کچھ لوگ کہتے ہیں طالبان نے ماسکو کانفرنس میں شریک تمام رہنماؤں کو اپنا ہمنوا بنا کر اشرف غنی کو تنہا کر دیا، جو موجودہ نظام کے لیے بہت بڑا دھچکہ ہے۔ اب طالبان اور نمایاں سیاسی جماعتوں کے قائدین مل کر غیر ملکی فوجیوں کی واپسی اور مضبوط اسلامی حکومت کے قیام کے لیے امریکا اور کابل انتظامیہ پر سیاسی دباؤ بڑھائیں گے، جو مجاہدین کی قربانیوں کا نتیجہ ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ امن کی راہ میں کون رکاوٹ ہے؟ افغان عوام سمجھتے ہیں کہ اشرف غنی نے ٹرمپ کو جو خط لکھا اور اقوام متحدہ سے مطالبہ کیا کہ سیاسی دفتر کے رہنماؤں پر سفری پابندی عائد کی جائے۔ وہ اپنے اقتدار کی بقا کے لیے غیر ملکی فوجیوں کی موجودگی پر زور دے رہے ہیں۔

اگرچہ ماسکو کانفرنس میں موجودہ نظام اور حکومت کے عناصر نے طالبان کے ساتھ مذاکرات کیے، تاہم کچھ لوگوں کو اعتراض ہے کہ طالبان کابل انتظامیہ کے ساتھ براہ راست مذاکرات سے کیوں انکار کر رہے ہیں؟ اشرف غنی کے حامی اور سیکولر تجزیہ کار یونس فکور نے ایک ٹاک شو میں دعوی کیا کہ طالبان نے حامد کرزئی کے ذریعے موجودہ حکومت پر سیاسی خودکش حملہ کیا ہے۔ ماسکو کانفرنس میں کرزئی سمیت تمام شرکا طالبان کے سامنے سرنڈر ہوگئے۔ انہوں نے حکومت اور نظام کے دفاع کے بجائے طالبان کے تمام مطالبات تسلیم کیے۔ ان کی شرائط اور تجاویز پر مشترکہ اعلامیہ جاری کیا، جو اشرف غنی اور ان کے حامیوں کے لیے ہرگز قابل قبول نہیں ہے۔

سینئر تجزیہ کار ڈاکٹر ذاکر جلالی نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ ماسکو کانفرنس کا انعقاد مثبت اقدام ہے۔ اس کانفرنس میں وہ جماعتیں اور شخصیات بھی شامل تھیں، جن کے خلاف نوے کی دہائی میں طالبان برسرپیکار تھے۔ شمالی افغانستان میں ہزارہ جات، ازبک اور تاجک تین بڑی سیاسی حقیقتیں ہیں۔ جب کہ اشرف غنی ایک ایسا امریکی پٹھو ہے، جس کا افغانستان میں کوئی سیاسی مستقبل نہیں ہے۔ اگر طالبان اشرف غنی سے مذاکرات کریں اور دیگر اسٹیک ہولڈرز کو نظرانداز کریں تو کون ضمانت دے سکتا ہے کہ وہ یک طرفہ مفاہمتی عمل تسلیم کریں گے۔ خوش گوار بات یہ ہے کہ طالبان افغان وحدت کو اہمیت دیتے ہیں۔ تمام اسٹیک ہولڈرز کو اعتماد میں لیتے ہیں۔ امریکا سے طالبان کے ہونے والے مذاکرات کے ساتھ ساتھ افغان اسٹیک ہولڈرز کی یہ باہمی بات چیت وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

اہم بات یہ ہے کہ روسی انخلا کے بعد صرف مزاحمت کاروں نے امن معاہدہ کیا اور روس نواز قوتوں کو اقتدار سے بے دخل کیا۔ جب کہ امریکا نے افغانستان پر جارحیت کے بعد بون کانفرنس میں چند مخصوص قوتوں کو اقتدار میں شامل کیا، جس کے خلاف پھر مزاحمت شروع ہوئی۔ ماسکو کانفرنس ان دونوں معاہدوں سے اس لیے ممتاز ہے کہ اس میں تمام نمایاں تنظیموں، موجودہ نظام کے اعلی حکام، جہادی رہنماؤں۔ علمائے کرام، قومی معتبرین اور خواتین نے شرکت کی۔ ملک کے مستقبل کے لیے متفقہ اعلامیہ جاری کیا۔ لہذا جو لوگ غیر ضروری خدشات کا اظہار کر رہے، ہیں ان کے ذاتی مفاد کو نقصان ہوگا، اس لیے وہ واویلا کر رہے ہیں۔

مفتی عبدالحق حماد

طالبان کو درپیش چیلنجز

موجودہ دنوں طالبان رہنماؤں کو جن چیلنجز کا سامنا کرنا پڑے گا، وہ 18 سالوں سے زیادہ سنگین ہوں گے۔ اس وقت افغانستان کی صورت حال پیچیدہ حالت میں ہے۔ اگر ایک جانب امریکا کی شکست طالبان کے لیے بہت بڑی کامیابی اور فتح سمجھی جاتی ہے تو دوسری جانب انہیں ایسے چیلنجز کا بھی سامنا ہے، جن کا مقابلہ سنجیدگی کے ساتھ کیا جاسکتا ہے۔ انگریز استعمار نے ہر وقت مسلمانوں کو سازش کے ذریعے شکست دی ہے۔ اب بھی یہ خدشہ برقرار ہے کہ دشمن کی سازش کی وجہ سے ایک بار پھر ملک میں خدانخواستہ 1980 کے خطرناک میں نہ ڈوب جائے۔

امارت اسلامیہ کو بخوبی علم ہے کہ موجودہ وقت تحریک کے پہلے دور سے بہت مختلف ہے۔ تب ملک میں مطلق العنان حکومت قائم تھی۔ ہر علاقے میں بااثر شخصیات نے اپنی حکومتیں قائم کر رکھی تھیں۔ فوج اور حکومتی ادارے ختم ہو چکے تھے۔ خانہ جنگی اور لاقانونیت تھی۔ لوگ ایک ایسی تحریک کا انتظار کر رہے تھے، جو انہیں ہر قسم کی مشکلات اور مسائل سے نجات دلائے۔ اسی دوران ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی قیادت میں تحریک طالبان کا آغاز ہوا اور مختصر عرصے میں ملک کے جنوب مشرق اور مغرب کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے مثالی اور پرامن حکومت قائم کرنے کی تاریخ رقم کی۔ پوری قوم نے اس کا خیر مقدم کیا۔ اب صورتِ حال مختلف ہے۔ تب کے مقابلے میں اب نسبتاً ایک انتظامیہ موجود اور ادارے قائم ہیں۔ اگرچہ بہت سی خامیاں ہیں، لیکن صورتِ حال مختلف ہے۔

دوسری وجہ کہ تب طالبان امن کے کبوتر سمجھے جاتے تھے۔ پوری قوم انہیں ایک مقدس مخلوق کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ موجودہ 17 برس میں دشمن نے زرخرید میڈیا کے ذریعے انہیں بدنام کرنے کے لیے ہر قسم کے حربے اور ہتھکنڈے استعمال کیے ہیں۔ جرائم پیشہ عناصر نے بھی مجاہدین کے روپ میں عام شہریوں کو قتل کیا اور تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ اسی طرح افغان فورسز قابض امریکی فوج کی حامی اور دوست ضرور ہے۔ صرف چار سال کے دوران 45 ہزار افغان فوجی ہلاک ہوئے۔ ان میں سے ہر ایک کا خاندان اور رشتے دار ہیں۔ وہ اپنے پیارے کی ہلاکت سے پریشان ہوئے ہوں گے۔ لہٰذا ان کے مستقبل کی ترقی اور خوش حالی کے لیے امارت کو سوچنا ہوگا۔ اسی طرح موجودہ صورت حال اور امریکا کی واپسی کے بعد کی صورت حال کے درمیان فرق کا جائزہ لینا ہوگا۔ جو ممالک اور حلقے امارت اسلامیہ کی فوجی یا سیاسی حمایت کر رہے ہیں، امریکی فوج کے انخلا کے بعد وہ اپنی پالیسی کو تبدیل کر سکتے ہیں۔ ممکن ہے طالبان کو دوست کے بجائے دشمن بنالیں۔ کچھ ایسے ممالک بھی ہیں، جو یہاں امریکی فوج کی موجودگی سے خطرہ محسوس کر رہے ہیں اور امریکی دشمنی کی بنا پر طالبان کی حمایت کر رہے ہیں۔ ممکن ہے وہ مستقبل میں طالبان کو اپنے لیے بڑا خطرہ سمجھ لیں۔ یہ صرف خدشات ہیں اور سنجیدگی کے ساتھ ان حالات کا جائزہ لینا ہوگا۔ پھونک پھونک کر قدم رکھنا ہوگا۔ امارت اسلامیہ کی قیادت کی بہترین حکمت عملی کا نتیجہ ہے کہ ماضی میں دشمن سمجھنے والے ممالک ایران، روس، چین سمیت دنیا کے بیشتر اسلامی اور غیر اسلامی ممالک طالبان کو افغانستان کی مضبوط فوجی اور سیاسی قوت تسلیم کرتے ہیں۔ جب کہ کابل انتظامیہ نے مختلف ہمسایہ ممالک اور مغربی ممالک کو ناراض کیا ہے۔ اس صورتِ حال کو دیکھ کر ہمیں یقین ہے امارت کے منجھے ہوئے رہنماؤں کی موجودہ صورتِ حال پر گہری نظر ہے۔ وہ تدبر کے ساتھ تمام حالات کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ نہایت محتاط انداز میں آگے بڑھ رہے ہیں۔ اسی لیے فوجی محاذ کی طرح سیاسی میدان میں بھی مسلسل کامیابی حاصل کر رہے ہیں۔ پوری دنیا میں انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ جو کامیاب سیاسی پالیسی اور بہترین سفارتی تعلقات کا مظہر ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ ملک پر غیر ملکی قبضے کے دوران جہاد کا جو بیانیہ موجود ہے، وہ جارحیت کے خاتمے کے بعد برقرار نہیں رہے گا۔ ڈاکٹر نجیب اللہ کی حکومت کو گرانے کے بعد مجاہدین ایک معقول اور منظم ادارہ قائم کرنے میں ناکام رہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مخلص مجاہدین گھروں میں بیٹھ گئے۔ شرپسند عناصر نے ملک میں خانہ جنگی کا بازار گرم رکھا۔ ایسے سنگین جرائم کا ارتکاب کیا کہ آج تک لوگ انہیں نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ سب سے اہم طالب اور عالم دین کا نام ہے۔ ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ سیرت نبوی کی روشنی میں موجودہ حالات کا مقابلہ کریں۔ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ یہ مقدس نام عوام کے دلوں میں برقرار رکھے گا۔ اگر خدانخواستہ یہ نام بدنام ہوا تو لمبے عرصے تک اس کا نقصان دین کو ہوگا۔ لہٰذا اس حساس موقع پر امریکی فوج کے انخلا کو یقینی بنانے کے بعد مکمل انخلا سے پہلے دورانیے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک ایسے نظام کے قیام کے لیے ضروری اقدامات اٹھائے جائیں، جو لاکھوں شہداء کے مقدس ارمان 'اسلامی نظام کا نفاذ' کو بھی پورا کریں۔ اس میں تمام افغانوں کو بھی شامل کیا جائے۔

ہمیں یقین ہے امارت اسلامیہ کی تجربہ کار قیادت اقدامات اٹھانے کی حکمت عملی بنا چکی ہے۔ سیاسی دفتر کے رہنما مختلف افغان سیاسی رہنماؤں کے ساتھ رابطے میں ہیں۔ سیاسی تنظیموں کے قائدین بھی سیاسی دفتر کے رہنماؤں کے ساتھ مسلسل رابطے کر رہے ہیں۔ توقع ہے سب مل کر باہمی مشاورت سے افغان عوام کی امنگوں کے مطابق اسلامی حکومت کے قیام کے لیے کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ پُرامن اسلامی اور خوش حال افغانستان کے لیے شہداء کی قربانیاں قبول فرمائے۔

ڈاکٹر نسیم شاہد

کابل انتظامیہ سے مذاکرات کیوں نہیں؟

ماسکو کانفرنس کے بعد کچھ حلقوں کی جانب سے تنقیدی تناظر میں یہ تاثر عام ہوا ہے کہ 'طالبان کابل انتظامیہ کے ساتھ براہ براست مذاکرات کریں گے یا کم از کم مذاکرات کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔' سوال یہ ہے کہ طالبان نے کابل انتظامیہ کے ساتھ مذاکرات سے کیوں انکار کیا ہے اور کن دلائل کی بنیاد پر اس کے ساتھ مذاکرات نہ کرنے کا موقف اپنایا ہے؟

امارت اسلامیہ کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے صدائے شریعت ریڈیو کو انٹرویو میں کہا کہ کابل انتظامیہ کے ساتھ مذاکرات کے حوالے سے ان کا موقف بدلا ہے اور نہ ہی بدل سکتا ہے۔ کیوں کہ کابل انتظامیہ کے ساتھ ہماری بات چیت سے اسے قانونی حیثیت ملے گی۔ جس سے ہماری جدوجہد زیر بحث آئے گی۔ مجاہد صاحب نے کہا کہ وہ ان لوگوں سے بات چیت کرتے ہیں، جنہوں نے کابل انتظامیہ میں ایک وقت خدمات انجام دی ہیں، لیکن کابل انتظامیہ سے ایک 'نظام' کے طور پر کبھی بھی بات چیت نہیں کریں گے۔ اگرچہ موجودہ مذاکرات کے ساتھ ہی امریکا نے جنگ، فضائی حملوں اور چھاپوں کا سلسلہ تیز کر دیا ہے، تاہم ابھی تک ایسی کوئی جھلک دکھائی نہیں دے رہی کہ طالبان دباؤ کے نتیجے میں کابل انتظامیہ کے ساتھ بات چیت پر آمادہ ہو جائیں گے یا وہ اپنے اصولی موقف سے دست بردار ہو جائیں گے۔

جس طرح یہ حقیقت ہے کہ افغانستان برطانیہ اور روس کے بعد امریکی سپر پاور کی شان و شوکت کا قبرستان بن چکا ہے۔ اسی طرح یہ بھی حقیقت ہے کہ جنگ کے دو فریق امریکا اور طالبان ہیں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ طالبان افغان فوج کے خلاف بر سر پیکار ہیں اور ان کے حملوں میں افغان اہل کار لقمہ اجل بن رہے ہیں۔ لہذا جنگ کے یہی دو فریق ہیں۔ ان کے درمیان مذاکرات ضروری ہیں۔ شاید ان کا حافظہ کمزور ہے۔ ان کی خدمت میں عرض ہے کہ افغانستان میں طالبان کی اسلامی حکومت قائم تھی۔ امریکا نے نائن الیون کے بہانے طالبان کو دہشت گرد قرار دے کر افغانستان پر فوج کشی کی اور بون کانفرنس کے نتیجے میں چند جرائم پیشہ عناصر اور اقتدار سے باہر گروپوں کو ملا کر کٹھ پتلی حکومت کی صورت میں افغان عوام پر مسلط کیا۔ ان کے حامیوں کو عسکری تربیت دی، ڈالر اور ہتھیار فراہم کر کے مجاہدین کے خلاف کھڑا کیا۔ جو توتیں ٹینک، توپ اور بی باون طیاروں کے ساتھ افغانستان میں داخل ہوئیں اور 17 سالہ جنگ کے دوران ایک اندازے کے مطابق چار لاکھ سے زائد افغانوں کو شہید کیا، ملک کو کھنڈرات میں تبدیل کیا، کیا افغان فوج ان کے شانہ بشانہ نہیں کھڑی تھیں؟ کیا وہ ان جرائم کے ارتکاب میں برابر کے شریک نہیں؟

امریکا نے طالبان کو دہشت گرد قرار دیا۔ اب انہی دہشت گردوں کے ساتھ مذاکرات کر کے اپنا تھوکا چاٹ رہا ہے۔ کیوں کہ امریکا کو افغانستان میں شکست ہو چکی ہے۔ اس کو باعزت واپسی کا راستہ چاہیے۔ وہ چاہتا ہے طالبان ان عناصر کے ساتھ مذاکرات کریں، جو قابض فوج کے ساتھ مل کر افغان عوام پر چھاپے مار رہے ہیں۔ زمینی اور فضائی حملے کر رہے ہیں۔ جن عناصر نے حلف اٹھانے سے قبل افغانستان کو سکیورٹی معاہدے کے نام پر دشمن کے ہاتھ فروخت کیا۔ جب کہ طالبان کا موقف بہت واضح ہے کہ

اس جنگ کے مدمقابل اصل فریق امریکا ہے۔ اس کے ساتھ ہی مذاکرات ہو سکتے ہیں۔ کیوں کہ وہ فریق بااختیار ہے۔ جب کہ کابل انتظامیہ کے پاس اختیار ہے اور نہ ہی صلاحیت ہے۔ وہ قابض قوتوں کی مرضی سے افغان عوام پر مسلط کی گئی ہے۔ اس لیے طالبان نے ہمیشہ اس کے ساتھ مذاکرات کو مسترد کیا ہے۔ امارت اسلامیہ کا موقف ہے کہ پہلے غیر ملکی فوج کا افغانستان سے مکمل انخلا ہو، اس کے بعد تمام افغان حلقوں پر مشتمل اسلامی حکومت تشکیل دی جائے گی۔ اسی غرض سے ماسکو کانفرنس سے بین الافغانی مذاکرات کا آغاز کیا گیا۔

جب 2017 میں ڈونلڈ ٹرمپ امریکا کے صدر منتخب ہوئے تو انہوں نے اعلان کیا کہ وہ ہر ممکنہ طریقے سے طالبان کو کابل انتظامیہ کے ساتھ مذاکرات پر مجبور کریں گے۔ اس مقصد کے لیے ٹرمپ نے افغانستان کے لیے جنگی حکمت عملی کا اعلان کیا۔ اس کے نتیجے میں فوجی دباؤ کے علاوہ طالبان پر سفارتی، اقتصادی، مذہبی اور سماجی دباؤ میں اضافہ کیا گیا۔

امریکی محکمہ دفاع کے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق ٹرمپ کی پالیسی کے اعلان کے بعد امریکا نے افغانستان پر 9 ہزار سے زائد بم برسائے۔ سفارتی لحاظ سے بھی کوشش کی کہ ہمسایہ اور دیگر ممالک کو طالبان کے ساتھ تعلقات ختم کرنے پر مجبور کریں۔ جدہ، انڈونیشیا اور کابل میں علما کے نام پر کانفرنسوں کا انعقاد کر کے طالبان کی مزاحمت کو شرعی نکتہ نگاہ سے ناجائز قرار دینے کی ناکام کوشش کی گئی۔ افغانستان کے اندر بھی دھرنوں اور ریلیوں کے ذریعے طالبان کو کابل انتظامیہ کے ساتھ مذاکرات پر مجبور کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس حوالے سے بڑے پیمانے پر پروپیگنڈا کیا گیا۔ تاہم ٹرمپ کی حکمت عملی کے ڈیڑھ سال بعد بھی طالبان اپنے موقف پر قائم رہے۔

ٹرمپ کی پالیسی کے اعلان کے ایک سال بعد جولائی 2018 میں امریکا نے افغانستان کی صورت حال میں اہم تبدیلی نہیں دیکھی۔ جس کے بعد ٹرمپ نے اپنے سفارت کاروں کو طالبان سے مذاکرات شروع کرنے کا حکم دیا۔ جب کہ مذاکرات ابھی جاری ہیں۔ تاہم امریکا کے زور اور دباؤ کے باوجود طالبان کابل انتظامیہ سے بات چیت کے لیے تیار نہیں ہیں۔ گزشتہ چھ ماہ کے دوران طالبان اور امریکی نمائندوں نے متعدد بار مذاکرات کیے ہیں، تاہم کابل انتظامیہ کے نمائندوں نے کسی نشست میں بھی شرکت نہیں کی۔ دسمبر 2018 میں طالبان اور امریکی نمائندوں کے درمیان ابوظہبی مذاکرات کے دوران کابل انتظامیہ کے نمائندوں نے طالبان کے ساتھ ملاقات کے لیے دو دن تک انتظار کیا، لیکن طالبان نے محض ملاقات سے بھی انکار کر دیا۔ جس پر انہیں مایوس کابل لوٹنا پڑا۔

امارت اسلامیہ کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے صدائے شریعت ریڈیو کو انٹرویو میں کہا کہ کابل انتظامیہ کے ساتھ مذاکرات کے حوالے سے ان کا موقف بدلا ہے اور نہ ہی بدل سکتا ہے۔ کیوں کہ 'کابل انتظامیہ کے ساتھ ہماری بات چیت سے اسے قانونی حیثیت ملے گی۔ جس سے ہماری جدوجہد زیر بحث آئے گی۔

مجاہد صاحب نے کہا کہ وہ ان لوگوں سے بات چیت کرتے ہیں، جنہوں نے کابل انتظامیہ میں ایک وقت خدمات انجام دی ہیں، لیکن کابل انتظامیہ سے ایک 'نظام' کے طور پر کبھی بھی بات چیت نہیں کریں گے۔

اگرچہ موجودہ مذاکرات کے ساتھ ہی امریکا نے جنگ، فضائی حملوں اور چھاپوں کا سلسلہ تیز کر دیا ہے، تاہم ابھی تک ایسی کوئی جھلک دکھائی نہیں دے رہی کہ طالبان دباؤ کے نتیجے میں کابل انتظامیہ کے ساتھ بات چیت پر آمادہ ہو جائیں گے یا وہ اپنے اصولی موقف سے دست بردار ہو جائیں گے۔

عبدالسلام مجاہد

افغانستان سے ٹرمپ کا انخلا

امریکی صدر ٹرمپ کہتے ہیں 'مجھے ناکام جنرلز اپنے ارادے سے نہیں ہٹا سکتے۔ میں نے جو کچھ کہا ہے، وہ کر کے رہوں گا۔اُن کی ایک ٹویٹ کے سخت موقف نے امریکی جنرلز اور ماہرین کو اور بھی حیران کر دیا ہے۔ کچھ امریکی فوجی آفیسرز اور اعلی حکام کا خیال تھا کہ ٹرمپ وزیر دفاع جیمز میٹس کے استعفا اور دیگر حکام کے متفقہ مطالبے سے اپنا بیان واپس لے لیں گے۔ جب کہ ٹرمپ توقعات کے برعکس اپنے پرانے موقف پر مضبوطی سے قائم ہیں۔وہ شام کی طرح افغانستان اور دیگر ممالک سے بھی امریکی فوج نکالیں گے۔کچھ اعلی سطحی امریکی جنرلز ٹرمپ کی یہ بات تسلیم کرنے پر تیار نہیں کہ امریکی فوج افغانستان سے باہر نکل جائے۔ان کا خیال ہے ہمارے نکلنے کے بعد طالبان مستقبل میں امریکی عوام اور مفادات کے لیے چیلنج بن جائیں گے۔ اسی بات کی وجہ سے ٹرمپ کے انتہائی قریبی ساتھی وزیر دفاع جیمز میٹس نے اپنی قیمتی ذمہ داری سے استعفا دے دیا۔

طالبان نے اپنے قریب ترین پڑوسی ممالک چین، ایران اور دیگر ممالک کو آج تک کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ ان کے داخلی معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کی۔ طالبان کا واضح موقف ہے کہ وہ دخل اندازی کی پالیسی نہیں چاہتے۔ یہ صرف وہ خوف اور گھبراہٹ ہے، جو امریکا کے اعلی حکام سترہ سال سے طالبان کے کامیاب حملوں کے نتیجے میں محسوس کر رہے ہیں۔

دوسری جانب صدر ٹرمپ کو دوسروں کی نسبت سب سے زیادہ امریکا کے تحفظ اور مفادات کا ذمہ دار ہونا چاہیے۔اچھے برے واقعات میں خاندان کا سربراہ ہی ہر طرح کے حالات کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ گزشتہ دنوں نیٹو کے جنرل کمانڈر میک کرسٹل کی جانب سے انہیں بداخلاق اور جھوٹا شخص قرار دیا گیا۔اس کے باوجود وہ اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے اپنی شخصیت داغ دار ہونے کی قیمت پر بھی اپنا فیصلہ نافذ کرنے کو تیار ہیں۔

سوچا جائے تو ٹرمپ کا یہ فیصلہ بلاوجہ نہیں ہے۔ وہ اپنی فوج کو افغانستان کے ناقابل شکست محاذ سے نکال رہے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ جتنی بھی جانی و مالی قربانی دیں، پھر بھی یہ جنگ نہیں جیتی جاسکتی۔طالبان دن بدن مضبوط اور بااثر ہو رہے ہیں۔ ٹرمپ نے صدر بننے کے بعد بہت سوچ و بچار کے بعد ظلم سے بھرپور اسٹریٹیجی کا اعلان کیا تھا۔مزید امریکی فوجی افغانستان کے مظلوم عوام پر مظالم ڈھانے کے لیے بھیجے۔ ایسے حالات میں امارت اسلامیہ نے ایک کھلے خط میں ٹرمپ سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ اپنے نوجوانوں کو ایک بے فائدہ جنگ میں ضائع نہ کریں۔ وہ افغانستان کے مظلوم عوام کے لیے خطرہ نہ بنیں۔

جب انہوں نے طالبان کا فولادی عزم اور مضبوط سیاسی موقف ماسکو اور ابوظہبی کے اجلاس میں دیکھا کہ طالبان کی یہ شرط ہے جب تک امریکی فوجی افغانستان سے نہ نکلے، تب تک امریکا اور اس کے اتحادیوں کے خلاف جنگ اور بھی طویل کر دی جائے گی۔

اب بھی امریکی فوج پر ہلاکت خیز حملے ہو رہے ہیں۔اس لیے ٹرمپ نے محسوس کیا ہے کہ اب وہ وقت آ چکا ہے کہ افغانستان سے نکل لیا جائے۔ نقصان کے راستے سے جس موڑ پر بھی واپس لوٹ آئیں، فائدہ ہی ہے۔افغانستان کی جنگ ان کے سالانہ اربوں ڈالر خرچ کروا رہی ہے۔

ابوعابد

فاریاب میں دشمن کی تباہی

فاریاب افغانستان کے شمالی صوبوں میں سے ایک ہے۔ جہاں حالیہ برسوں میں جہادی سرگرمیاں جوش و خروش کے ساتھ جاری ہیں۔ مجاہدین اس صوبے کے متعدد اضلاع پر مکمل اور کچھ اضلاع کے نصف سے زائد حصے پر کنٹرول رکھتے ہیں۔ جس طرح رواں سال موسم سرما میں بھی مجاہدین نے جہادی کارروائیاں زور و شور سے جاری رکھیں، اسی طرح سیاسی اور میڈیا کے میدان میں بھی امارت اسلامیہ کی کامیابی کی وجہ سے کابل کٹھ پتلی حکومت کو شدید دباؤ کا سامنا رہا۔ اشرف غنی نے اپنی ناکامی چھپانے اور میڈیا میں شور مچانے کے لیے سابقہ دو ناکام مہروں امر اللہ صالح کو وزیر داخلہ اور اسد اللہ خالد کو وزیر دفاع مقرر کیا۔

اسد اللہ خالد امریکی فوج کا انتہائی قریبی جاسوس اور سفاک قاتل ہے۔ اس نے قلم دان سنبھالنے کے موقع پر نہایت غرور کے ساتھ مجاہدین کو دھمکیاں دیں۔ اپنی فورسز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اعلان کیا کہ 'یہ فوجی اب طالبان کو سروں پر ماریں گے اور ان کے مورچوں پر قبضہ کریں گے۔' اسد اللہ خالد اور اس کے امریکی آقا جنرل اسکاٹ میلر نے میڈیا کو تفصیلات فراہم کرنے اور فورسز کو حوصلہ دینے کے لیے فوجی نمائش اور پروپیگنڈا تیز کرنے کے لیے صوبہ فاریاب کا انتخاب کیا۔ قابض اور اجرتی فورسز نے ایک منصوبے کے تحت فاریاب میں ہزاروں فوجی تعینات کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ اس کے بعد امریکی جنرل اسکاٹ میلر اور وزیر دفاع اسد اللہ خالد نے بھی فاریاب کا دورہ کیا۔ اس کے ساتھ مزار شریف میں 209 فوجی بیس سے سیکڑوں فوجیوں، سرحدی پولیس دستوں اور شمالی زون سے مسلح فوج کے چند دستوں کو سیکڑوں ٹینکوں اور فوجی گاڑیوں کے ساتھ فاریاب منتقل کیا، تاکہ وہ بھی اسد اللہ خالد اور اسکاٹ میلر کے نمائشی جشن اور افتتاحی تقریبات میں شرکت کر سکیں۔ زمینی دستوں کے علاوہ طیاروں کے ذریعے بھی بڑی تعداد میں امریکی فوجی فاریاب پہنچ گئے۔ فضائیہ کے شور سے دشمن نے اپنی طاقت کی نمائش کا افتتاح کیا۔

> میڈیا رپورٹ کے مطابق مجاہدین نے اس علاقے میں بارودی سرنگوں کا جال بچھایا تھا۔ جس کے باعث فوجی قافلے کو بڑا نقصان ہوا۔ دھماکہ خیز مواد کے ذریعے درجنوں ٹینک اور فوجی گاڑیاں تباہ کی گئیں۔ شیرین تگاب کے علاقے فیض آباد میں شاہین کور بیس کا مکمل قافلہ تباہ ہوا، جو الخندق آپریشن کے تحت بہت بڑی کامیابی ہے۔ اسی وقت فاریاب کے آپریشن کے دوران دشمن کے مزید 18 ٹینک تباہ اور متعدد اہل کار مارے گئے۔ ان کارروائیوں کے بعد جنرل اسکاٹ میلر اور اسد اللہ خالد کا فوجی آپریشن 'اسرا 10' نہ صرف ناکام ہوا، بلکہ ان کے نمائشی اقدامات رسوا ہو گئے۔

اسکاٹ میلر اور خالد نے فاریاب میں فوجی آپریشن (ISRA10) کا اعلان کیا۔ بعض شہری علاقوں میں فضائی حملوں کا آغاز کیا۔ میڈیا کے سامنے دعوی کیا کہ فاریاب پر مکمل کنٹرول حاصل کر لیا گیا ہے۔ فاریاب میں تعینات

فورسز نے اسد اللہ خالد کی کمان میں اِدھر اُدھر بڑھکیں ماریں۔ تاہم کوئی قابل ذکر کارنامہ انجام دیا اور نہ ہی کوئی معمولی کامیابی حاصل کی۔ ایک ہفتے کے بعد اسکاٹ میلر اور خالد کی فورسز پسپا ہو گئیں۔ شاہین کور بیس، فرنٹیئر اور اسپیشل فورس کے اہل کاروں نے فاریاب سے راہ فرار اختیار کرنے میں عافیت سمجھی۔ اسی دوران مجاہدین نے ایک مخصوص تکنیک کے تحت دشمن پر ایسے خونریز حملے کیے کہ اس کو بھاری جانی اور مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کا فوجی کاروان تہس نہس ہو کر رہ گیا۔

امارت اسلامیہ کے ترجمان قاری محمد یوسف احمدی کے مطابق فاریاب کے ضلع شیرین تگاب کے علاقے دشت میں جارحیت پسندوں اور کٹھ پتلی فوجی کے قافلے پر مجاہدین نے ہلاکت خیز حملے کیے، جو فاریاب کے دارالحکومت میمنہ سے مزار شریف جا رہا تھا۔ اس کارروائی میں مجاہدین نے ہلکے اور بھاری ہتھیاروں کا استعمال کیا اور شام 7 بجے تک دشمن کے ساتھ جھڑپیں جاری رہیں۔ جس کے نتیجے میں دشمن کے 40 ٹینک، ٹرک اور فوجی گاڑیاں جلادی گئیں۔ 30 سے زائد گاڑیاں اور ٹینک تباہ ہوئے۔ اس کاروائی میں 20 اہل کار مارے گئے۔ پانچ اہل کاروں کی لاشیں میدان جنگ میں پڑی تھیں۔ جب کہ 30 سے زائد زخمی ہوئے۔

اسی روز سوشل میڈیا پر فاریاب میں کامیاب کارروائی کے نتیجے میں تباہ ہونے والے فوجی قافلے سے متعلق ویڈیوز اور تصاویر شائع ہوئیں۔ بڑے پیمانے پر اس کی تشہیر کی گئی۔ آزاد میڈیا اور صحافیوں نے بھی لکھا کہ فاریاب جانے والا شاہین کور بیس کا فوجی قافلہ تہس نہس ہو گیا ہے۔ 70 سے زائد ٹینک اور گاڑیاں تباہ ہوئیں۔

یہ اتنا بڑا واقعہ تھا کہ دشمن نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ فاریاب کی صوبائی کونسل کے رکن عبدالباقی ہاشمی نے میڈیا کو بتایا کہ طالبان نے 50 کے لگ بھگ ٹینک اور فوجی گاڑیاں جلادیں۔ ان کا کہنا تھا سرکاری فوج کو اس لیے بڑا نقصان ہوا کہ فوجی قافلے میں ایک گاڑی خراب ہوئی اور قافلہ رک گیا، جس پر طالبان نے حملہ کیا اور فوج کو بھاری جانی اور مالی نقصان اٹھانا پڑا۔

میڈیا رپورٹ کے مطابق مجاہدین نے اس علاقے میں بارودی سرنگوں کا جال بچھایا تھا۔ جس کے باعث فوجی قافلے کو بڑا نقصان ہوا۔ دھماکہ خیز مواد کے ذریعے درجنوں ٹینک اور فوجی گاڑیاں تباہ کی گئیں۔

شیرین تگاب کے علاقے فیض آباد میں شاہین کور بیس کا مکمل قافلہ تباہ ہوا، جو الخندق آپریشن کے تحت بہت بڑی کامیابی ہے۔ اسی وقت فاریاب کے آپریشن کے دوران دشمن کے مزید 18 ٹینک تباہ اور متعدد اہل کار مارے گئے۔ ان کارروائیوں کے بعد جنرل اسکاٹ میلر اور اسد اللہ خالد کا فوجی آپریشن 'ایثار 10' نہ صرف ناکام ہوا، بلکہ ان کے نمائشی اقدامات رسوا ہو گئے۔

اسد اللہ خالد نے پہلا دورہ فاریاب سے شروع کیا۔ انہوں نے دعوی کیا کہ طالبان کو سروں پر ماریں گے۔ ان کے مورچوں پر قبضہ کریں گے، لیکن مجاہدین نے اس کو اتنا شرمندہ کیا کہ وہ شاید پھر کسی صوبے کا دورہ کریں اور نہ ہی بڑھکیں ماریں۔

فاریاب کے واقعے نے ثابت کر دیا کہ غرور کا سر ہمیشہ نیچا ہوتا ہے۔ دشمن طاقت کے غرور و تکبر میں اندھا ہو چکا ہے۔ تاہم اللہ تعالی کے فضل اور مجاہدین کی بہترین حکمت عملی کے سبب دشمن کو تاریخی شکست ہوئی اور وہ رسوا کن حالات میں فاریاب سے فرار ہوا۔

بشیر ارمان

برطانوی جاسوسہ کی داستان

برطانوی استعماری نے عثمانی خلافت کے زیر کنٹرول علاقوں سے مشرق وسطیٰ کے اہم عرب ممالک کو علیحدہ کرنے کے لیے عرب انقلاب کے نام سے سازش کا آغاز کیا۔ اس سازش کا روح رواں لارنس آف عربیہ کے نام سے مشہور ایک برطانوی تھا۔ وہ روانی کے ساتھ عربی بولتا اور عربوں کا روایتی لباس زیب تن کرتا۔ اس سے عرب مرعوب ہو کر دھوکہ کھا گئے۔ اس کام میں لارنس آف عربیہ اکیلا نہیں، بلکہ اس کی پوری ٹیم تھی۔ جس میں ایک اور مرکزی کردار ایک انگریز خاتون ادا کر رہی تھی۔ وہ 'بیل' نام سے مشہور تھی۔ برطانوی حکومت بحیثیت جاسوس بیل کے کردار کو خفیہ رکھنا چاہتی تھی۔ لارنس کی طرح یہ جاسوس عورت بھی روانی کے ساتھ عربی بول لیتی تھی۔ اس نے اپنے اس ہنر سے بہت سے عرب سرداروں اور قبائل میں کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ یہی وجہ تھی برطانوی حکومت اس خاتون کو عربوں میں حاصل ہونے والے احترام کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتی تھی۔ یہی وجہ تھی اس جاسوس خاتون کے جاسوسی کے ریکارڈ کو منظر عام پر نہ لانے اور اسے مخفی رکھنے کی کوشش کی گئی۔

بیل کا اصل نام 'گیرٹروڈ بیل' تھا۔ وہ عرب ممالک، بالخصوص عراق میں ایک انجینئر کی حیثیت سے بھی پہچان رکھتی تھی۔ عراق اور برطانیہ کے درمیان خطوط کے ذریعے ہونے والے رابطوں میں بیل کا یہی نام استعمال ہوا ہے۔ 14 جولائی 1868 برطانیہ میں پیدا ہونے والی بیل کو بچپن ہی سے خفیہ کارروائیوں میں مہارت حاصل تھی۔ اسی ذوق کے پیش نظر اس نے اپنی پھوپھی کے ساتھ ایران کا سفر کیا۔ جہاں ان کی پھوپھو برطانوی سفیر کی حیثیت سے تعینات تھیں۔ ایران میں قیام کے دوران ہی بیل نے عربی، فارسی اور ترکی زبانیں سیکھ لیں۔ جس کی وجہ سے وہ جہاں جاتی، اسے وہاں سیٹل ہونے میں کوئی مسئلہ درپیش نہیں ہوتا تھا۔ وہ تینوں زبانوں میں تحریر اور تقریر کی صلاحیت بروئے کار لا کر لوگوں کو حیران کرتی۔ سفارتی استثناء حاصل ہونے کی وجہ سے ایران کے ہمسایہ عرب ممالک اور دوسرے علاقوں کے سفر کرتی۔ وہاں حکمرانوں کے قریبی افراد سے رابطے اور تعلقات بناتی۔ ان کے سامنے خود کو آثار قدیمہ کی ایک ماہرہ کے طور پر متعارف کرواتی۔ جس کے بل بوتے وہ عرب کے تاریخی خطوں کے دورے کرنے لگی۔

عربی زبان پر عبور اور بااعتماد لہجے میں بات کرنے کی وجہ سے بہت سے عرب ان کی طرف مائل ہونا شروع ہوئے۔ سردار، قبائلی عمائدین اور علاقے کے بااثر افراد ان کے گرد منڈلانے لگے۔ پھر 1909ء میں انہیں سرکاری طور پر عراق میں آثار قدیمہ پر تحقیق کے لیے بھیج دیا گیا۔ بیل نے اپنے سفر کے دروان عراق کے تمام شہروں اور اہم مقامات کے دورے کر کے معلومات حاصل کر کے ان کے نقشے بنائے۔ جغرافیائی محل وقوع کے بارے میں دقیق معلومات حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ عراقی خواتین کی مجالس میں شرکت شروع کر لی۔ ان مجالس میں چغل خوری اور غیبت کی ایک نئی صنف ایجاد کر لی۔ خواتین کی ان مجالس میں لوگوں کی برائیاں بیان کرنا شروع کی گئیں۔ اس طرح دوسری خواتین بھی اس کارِ شر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگیں۔ اس طرح اسے مختلف لوگوں کے بارے خفیہ معلومات مفت میں ملنی شروع ہو گئیں۔ ان خواتین میں سے اکثر عراق کے اعلیٰ عہدے داروں اور عراق میں تعینات سفیروں کی بیویاں اور صاحبزادیاں تھیں۔ وہ اپنے شوہروں کے خفیہ قصے، کہانیاں اور راز دوسری خواتین کے سامنے بیان کرتیں۔ اس طرح وہ معلومات بیل تک پہنچ جاتی تھیں۔ جسے وہ احتیاط کے ساتھ قلمبند کرتی اور اسے برطانیہ بھیج دیتی تھی۔ اسے عراق میں بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ جس کی بنا

پر 1914ء میں برطانوی حکومت کی جانب سے ترقی دی گئی۔ برطانوی حکومت کے ایک اعلیٰ عہدے دار کو ان کے مشیر کی حیثیت سے عراق بھیج دیا گیا۔اس طرح جاسوس بیل کے اثر ورسوخ میں مزید اضافہ ہوا۔انہیں بعد میں مغرور خاتون کا لقب بھی دیا گیا۔ کیوں کہ اس سے قبل برطانوی حکومت میں صرف مردوں کو سفارتی ذمہ داریاں دی جاتی تھیں۔ جب کہ بیل پہلی خاتون تھی، جس نے ایک بڑا عہدہ حاصل کیا۔ صرف بیل ہی وہ خاتون تھی، جسے سب سے زیادہ سیاسی اور سفارتی اختیارات دیے گئے تھے۔ بیل نے ہی عراق کی تقسیم کا نقشہ پیش کیا۔ حکومت کے لیے شاہ فیصل کا انتخاب کیا۔ برطانوی حکومت کی جانب سے بھی ان کے پیش کردہ نقشے کو قبول کیا گیا۔ شاہ فیصل کو عراق کا صدر بنایا گیا۔ شاہ فیصل اور بیل خاتون کی آپس میں گہری دوستی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کے خفیہ رازوں سے آگاہ تھے۔

کردوں کے علاقے کو چار حصوں میں تقسیم کرنا بیل کی سب سے خطرناک سازش تھی۔ کرد قوم کے اتحاد کا راستہ روکنے کے لیے ان کی تقسیم کا ایسا نقشہ برطانوی حکومت کے سامنے پیش کیا گیا، جس کے تحت کرد علاقوں کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ یہ اس کی شیطانی اور سازشی ذہن کی تخلیق تھی۔ آج اگر ہم دنیا کے نقشے کی متعلقہ جگہ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کردوں کے علاقے ترکی، عراق، ایران اور شام میں تقسیم کیے گئے۔ جس کے تحت انگریزوں نے کئی اہداف حاصل کر لیے۔ پہلا یہ کہ کرد صلاح الدین ایوبی کی طرح ایک بہادر اور جنگجو قوم تھی، اس کی ایک مستقل حکومت بنانے کی راہ روک لی۔ دوسرا ہدف یہ حاصل کیا گیا کہ کرد قوم کبھی بھی متحد نہ ہو سکے۔ کچھ ایران کا حصہ بنا، کچھ عراق، شام اور ترکی میں تقسیم ہوئے۔ اس کے بعد ایک اور سازش انگریز نے یہ کی کہ ان چاروں ممالک کے اتحاد کا راستہ بھی روک لیا گیا۔ ان چاروں ممالک کے درمیان کردوں کا متنازع علاقہ موجود ہے۔ ہر ملک کی کوشش یہ ہے کہ کردوں کے زیادہ سے زیادہ علاقے پر قبضہ کیا جائے۔ ورنہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ اس خطے میں ان چاروں ممالک سے ایک بڑا اسلامی ملک وجود میں آچکا ہوتا۔

مشرق وسطیٰ کی تقسیم اور عراق میں شریف حسین مکی کے بیٹے شاہ فیصل کو حکمران بنانے کے بعد 'بیل' واپس برطانیہ نہیں گئی۔ اس نے بغداد میں ہی قیام کیا۔ جہاں وہ شاہی زندگی گزارتی تھی۔ شاہ فیصل کی جانب سے اسے خصوصی مراعات دی گئی تھیں۔ البتہ بیل کو آرام اور سکون میسر نہیں آیا۔ کیوں کہ برطانوی استعمار نے اپنے مفاد کے لیے عرب خطے میں لاکھوں عربوں کا خون بہایا۔ جس میں یقیناً بیل کا کردار سب زیادہ اور واضح تھا۔ یہی وجہ تھی کہ بیل شدید ذہنی اضطراب کا شکار تھی۔ راحت و سکون کے بے شمار وسائل میسر ہونے کے باوجود وہ ذہنی سکون حاصل نہ کر سکی۔ وہ 1926ء میں نیند کی نعمت سے محروم ہو گئی، جس کے لیے وہ خواب آور دواؤں کا بے دریغ استعمال کرنے لگی۔ دواؤں کے زیادہ استعمال نے آخر کار اس کی زندگی چھین لی۔ بیل کی آخری رسومات پر شاہ فیصل کے حکم پر خصوصی انتظامات کیے گئے۔ ان رسومات میں شاہ فیصل بھی شریک ہوئے۔ اسے بغداد کے باب المعظم کے 'گورا قبرستان' میں دفن کیا گیا۔

اس جاسوس خاتون کی داستان میں مسلمانوں کے لیے عبرت کا سامان موجود ہے۔ مسلمانوں کا دشمن کتنا زیرک اور چالاک ہے۔ کتنے مکر اور فریب کے ذریعے مسلمانوں میں گھل مل جاتا ہے۔ وہ اپنے ملک کے لیے بڑی رازداری کے ساتھ ایسی کارروائیاں کر جاتا ہے کہ ایک پورا لشکر بھی وہ کارروائی نہیں کر سکتا۔ اس داستان میں مسلم حکمرانوں کے لیے بھی ایک سبق ہے کہ وہ اپنے ملک وملت کے ساتھ اتنی محبت نہیں رکھتے، جتنی محبت ایک انگریز خاتون اپنے ملک سے رکھتی ہے۔

مسلم حکمرانوں کی حالت یہ ہے کہ پوری دلجمعی کے ساتھ کفار کی غلامی میں مصروف اور اس پر فخر کرتے ہیں۔ اپنے ملک و قوم اور دوسرے اسلامی ممالک کی بھلائی کا سوچنے کے بجائے ہمیشہ اغیار کی پیروی ان کا شیوہ ہے۔

عبداللہ عزم

حواس باختہ اشرف غنی

کابل انتظامیہ کے سربراہ اشرف غنی نے ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کھل کر امن مذاکرات کی مخالفت کی۔ ان کا کہنا تھا کہ 'گیدڑ ہمارے شیروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اگر ہمت ہے تو سامنے آئیں اور میدان جنگ میں ان بہادر سپاہیوں کا مقابلہ کریں۔ جن لوگوں کو قطر مذاکرات میں شرکت پر کسی اور نے مجبور کیا، وہ ہمارے کیا بگاڑ سکیں گے۔ میں شاہ شجاع ہوں اور نہ امیر یعقوب خان... میں اس معاہدے پر کبھی بھی دستخط نہیں کروں گا، جو جمہوریت اور ہماری فوج کے خلاف ہو۔ ماسکو کانفرنس کے منفی نتائج برآمد ہوں گے۔'

تجزیہ کاروں کے مطابق اشرف غنی کی گیدڑ بھبکیاں امن عمل کو متاثر کرنے کی ایک سازش ہیں۔ جب طالبان نے قطر اور ابوظہبی مذاکرات میں کابل انتظامیہ کی شرکت کی مخالفت کی تھی، وہ تب سے بوکھلاہٹ کا شکار ہیں۔ جب ٹرمپ نے واضح طور پر اعلان کیا کہ ہم افغان جنگ سے تھک چکے ہیں۔ طالبان کے ساتھ مذاکرات جاری ہیں اور 19 برس بعد ہم افغانستان سے اپنی فوج کو گھر واپس لائیں گے تو اشرف غنی کے اوسان خطا ہو گئے۔ جب ماسکو میں افغان سیاسی رہنماؤں اور طالبان نے دو روزہ مذاکرات کا آغاز کیا تو ان کا دماغی توازن مزید بگڑ گیا۔ وہ حواس کھو بیٹھے۔ وہ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے۔ سوال یہ ہے کہ اگر طالبان گیدڑ ہیں اور افغان فوج شیروں پر مشتمل ہے تو ہر روز مجاہدین متعدد فوجی اڈے اور چوکیاں کس طرح پر فتح کرتے ہیں؟ ایک معرکے میں 45 ہزار شیروں کی ہلاکت، ایک لاکھ شیروں کا فرار ہونا اور ہزاروں شیروں کا سرنڈر ہونا بہادری کی علامت ہے؟ کیا یہ فوج کی صلاحیت پر سوالیہ نشان نہیں ہے؟ اگر اشرف غنی کی فوج واقعی شیروں پر مشتمل ہے تو پھر ٹرمپ سے فوجی انخلا نہ کرنے کے لیے منت سماجت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

امریکا اور نیٹو سمیت 48 ممالک کی فوج ہر قسم کے جدید ہتھیاروں اور بی باون طیاروں کے باوجود طالبان کو مات نہیں دے سکی۔ اس کی موجودگی میں ملک کے ستر فیصد رقبے پر مجاہدین کا کنٹرول ہے۔ اب امریکی فوج کا انخلا شروع ہونے والا ہے۔ طالبان ہر شہر کے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر اپنی پوزیشن سنبھالے ہوئے

اشرف غنی نے اپنی ساری زندگی امریکا اور یورپ میں گزاری ہے۔ ان کی اہلیہ عیسائی ہیں۔ ان کے سُسر یہودی اور بچے امریکا کے نائٹ کلبوں کی نذر ہو گئے ہیں۔ افغانستان میں ان سے متعلق یہ تاثر عام ہے کہ وہ ذہنی مریض ہیں۔ امریکا اور استعماری قوتوں نے میڈیا کے پروپیگنڈے کے زور پر انہیں مفکر اور دانش ور کے روپ میں پیش کر کے افغانستان پر مسلط کیا ہے۔ وہ بنیادی طور سیاسی رہنما کے بجائے استاد ہیں۔ اس لیے وہ سیاسی نکتہ نظر سے ہمیشہ غیر دانش مندانہ فیصلے کرتے ہیں۔ وہ فطری طور پر تضادات کا مجموعہ اور ذہنی الجھنوں کا شکار ہیں۔ قوت فیصلہ، برداشت، ہمت و حوصلہ، مثبت سوچ، بصیرت جیسی خصوصیات سے محروم ہیں۔ وہ اقتدار چھن جانے کے غم سے حواس باختہ ہو چکے ہیں۔

ہیں۔ کیا اشرف غنی کی بوسیدہ اور فرسودہ انتظامیہ اور جرائم پیشہ عناصر پر مشتمل فوج اور منشیات میں 'شیر' مجاہدین کے حملوں کے سامنے ٹھہر سکیں گے؟ سیگار کی رپورٹ کے مطابق گزشتہ ماہ طالبان نے مزید ایک اشاریہ سات فیصد رقبے پر کنٹرول حاصل کیا ہے۔ اس صورتِ حال میں امریکا سالانہ 50 ارب ڈالر کی امداد بند کر دے تو کیا یہ حکومت برقرار رہ سکتی ہے؟ اشرف غنی نے خود اعتراف کیا تھا کہ 'امریکی امداد کے بغیر ہماری حکومت تیسرے روز ہی گر جائے گی۔ افغان نیشنل آرمی کی بنیادیں 6 ماہ سے زیادہ عرصے تک قائم نہیں رہ سکیں گی۔

انہوں نے دعوی کیا کہ وہ شاہ شجاع ہیں اور نہ امیر یعقوب خان۔۔ وہ اپنے تئیں خود مختار اور باصلاحیت صدر ہیں۔ وہ کسی کے آلہ کار اور کٹھ پتلی نہیں ہیں۔ تجزیہ کاروں نے ان کا یہ دعوی مضحکہ خیز قرار دیتے ہوئے کہا کہ موصوف نے ٹرمپ کو خط لکھ کر شاہ شجاع کا ریکارڈ بھی توڑ دیا ہے۔ 1878 میں مجاہدین نے وزیر محمد اکبر خان کی قیادت میں شاہ شجاع سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ انگریز سامراج کے خلاف جہاد کا اعلان کریں۔ انہوں نے اپنی بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے جواب دیا کہ 'آپ جہاد کریں، میں غلام ہوں۔ اپنے آقا کے خلاف جہاد کا اعلان نہیں کر سکتا۔' دوسرا فرق ان کے درمیان یہ ہے کہ تب برطانوی فوجی کسی پر ظلم کرتے تھے تو شاہ شجاع اس کی مذمت یا ناراضگی کا اظہار کرتے تھے۔ اشرف غنی نے سانحہ قندوز جیسے الم ناک واقعے پر افسوس کا اظہار بھی نہیں کیا، مذمت تو دور کی بات ہے۔ وہ ہمیشہ سے قابض امریکی فوج کے تمام جرائم پر نہ صرف خاموش ہیں، بلکہ انہیں سند جواز فراہم کرتے ہیں۔

اشرف غنی نے اپنی ساری زندگی امریکا اور یورپ میں گزاری ہے۔ ان کی اہلیہ عیسائی ہیں۔ ان کے سُسر یہودی اور بچے امریکا کے نائٹ کلبوں کی نذر ہو گئے ہیں۔ افغانستان میں ان سے متعلق یہ تاثر عام ہے کہ وہ ذہنی مریض ہیں۔ امریکا اور استعماری قوتوں نے میڈیا کے پروپیگنڈے کے زور پر انہیں مفکر اور دانش ور کے روپ میں پیش کر کے افغانستان پر مسلط کیا ہے۔ وہ بنیادی طور سیاسی رہنما کے بجائے استاد ہیں۔ اس لیے وہ سیاسی نکتہ نظر سے ہمیشہ غیر دانش مندانہ فیصلے کرتے ہیں۔ وہ فطری طور پر تضادات کا مجموعہ اور ذہنی الجھنوں کا شکار ہیں۔ قوت فیصلہ، برداشت، ہمت و حوصلہ، مثبت سوچ، بصیرت جیسی خصوصیات سے محروم ہیں۔ وہ اقتدار چھن جانے کے غم سے حواس باختہ ہو چکے ہیں۔

ماسکو کانفرنس کے انعقاد پر کابل انتظامیہ میں پھوٹ پڑ گئی تھی۔ محقق نے الزام لگایا کہ اشرف غنی نے اپنی حکومت کو بے وقعت کر دیا ہے۔ اشرف غنی اپنے اقتدار کی بقا کے لیے مذاکراتی عمل کو متنازع بنا رہے ہیں۔

دوسری جانب طالبان کے ساتھ براہ راست مذاکرات پر کابل انتظامیہ اور امریکا کے درمیان بھی شدید اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ خلیل زاد نے واضح کیا ہے کہ افغانستان میں امن کے قیام میں اشرف غنی سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ اشرف غنی کو اب پتا چلا ہے کہ امریکا افغان حکومت کو بے توقیر کر رہا ہے۔ وہ کابل انتظامیہ کو اعتماد میں لیے بغیر طالبان کے ساتھ مذاکرات کر رہا ہے۔

اشرف غنی کی جیب میں پاسپورٹ موجود ہے۔ وہ وقتی طور پر غیر قانونی اقتدار کو طول دینے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ جس دن انہیں یقین ہو گیا کہ ان کی کوششیں بار آور ثابت نہیں ہوں گی، وہ ملک سے فرار ہو جائیں گے۔

ہارون بلخی

طالبان کی فوجی اور سیاسی کامیابیاں

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ افغانستان پر کوئی بیرونی حملہ آور قابض ہونے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ سوویت کے بعد اب امریکا اور نیٹو کی کسمپرسی دیکھنے کے لائق ہے۔ امریکا کے افغانستان پر حملے کو اٹھارہ سال ہو چکے ہیں۔ دنیا کی تاریخ میں جتنے امریکی افغانستان میں ہلاک ہوئے ہیں، ویت نام اور عراق میں بھی نہیں ہوئے۔ امریکا اس جنگ میں ایک ٹریلین ڈالر سے زیادہ خرچ کر چکا ہے۔ اس کے باوجود امریکی جیت کے امکانات دور دور تک نظر نہیں آتے۔ امریکی جنگ کے خلاف مقدس جہاد کے اٹھارہ سال مکمل ہونے والے ہیں۔ اس دوران لاکھوں نہتے افغان شہید، زخمی، اپاہج اور گھر بار چھوڑنے پر مجبور کیے گئے۔ مساجد، مدارس ، ہسپتال، اسکول، بازار، بستیاں اور مکانات امریکی فضائی حملوں میں اجڑ گئے۔ امریکی صدر جارج ڈبلیو بش اور باراک اوباما نے افغانوں کے قتل عام کو روکنے کے بجائے جنگ کو تیز کیا۔ امارت اسلامیہ نے بار بار امریکا کو مذاکرات کی تجویز پیش کی۔ غرور کے نشے میں مست امریکی حکام اسے تسلیم کرنے پر کسی صورت آمادہ نہ تھے۔

اس حوالے سے افغانستان میں امریکی اور نیٹو فوج کے سابق سربراہ جنرل مائیک نکلسن نے اس وقت اپنے بیان دیا تھا کہ میں تھکے ماندے طالبان سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ لڑائی چھوڑ کر امن قائم کرنے کی خاطر مذاکرات کریں۔ ان کے اس بیان پر بات کرنے سے پہلے زمینی حقائق کا ادراک ضروری ہے۔ جب جنوری 2017 سے ڈونلڈ ٹرمپ نے اقتدار سنبھالا تو مجاہدین افغانستان کے 40 فیصد علاقے پر قابض تھے۔ تب صورت حال یہ تھی کہ جن لوگوں کو جنرل نکلسن تھکا ہارا قرار دیتے ہیں، انہوں نے گزشتہ دو سال کے عرصے میں افغانستان میں اپنی کارروائیاں تیز کرتے ہوئے مزید علاقوں پر اپنا اثر ورسوخ بڑھا دیا ہے۔ طالبان تھکاوٹ کے باوجود ملک کے 70 فیصد علاقے پر قابض ہیں۔ جنرل نکلسن نے لفظی ہیر پھیر کے ساتھ واضح کیا تھا کہ وہ اس جنگ میں تھک گئے ہیں۔

امریکا میں یہ رجحان ہے کہ جو بھی نیا صدر آتا ہے، وہ افغانستان پر طاقت کا استعمال پہلے سے زیادہ بڑھا دیتا ہے۔ تاکہ طالبان کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا جائے۔ باراک اوباما نے پہلے 4 سال یہی کیا۔ دوسری دفعہ جیت کر انخلا کا پروگرام دے دیا۔ جب ڈونلڈ ٹرمپ امریکی صدر منتخب ہوئے تو انہوں نے سابقہ صدور کے نقش قدم پر چلتے ہوئے افغانستان کے خلاف جنگ کو مزید تیز کر دیا۔ اسی لیے انہوں نے افغانستان بارے اپنی پالیسی کا بہت تاخیر سے اعلان کیا۔ جنہوں نے ٹرمپ کو افغانستان میں مزید ٹھہرنے کا مشورہ دیا تھا اور جناب ٹرمپ نے ان کی بات مان لی تو کچھ ہی عرصے میں انہوں نے اپنی تدبیریں اُلٹ ہوتی دیکھیں۔ ان کی پالیسی واضح طور پر افغانستان میں ناکام ثابت ہوئی تھی۔

جب صدر ٹرمپ نے افغان حالات کا گہرا مطالعہ کیا تو سمجھ گئے کہ جتنا جلد ہو سکے، افغانستان سے نکلنا چاہیے۔ انہوں نے نہایت عجلت سے امریکی وزارت خارجہ کو ذمہ داری سونپی کہ افغان مسئلے کے حل کے لیے کوئی طریقہ کار وضع کیا جائے۔ اس سلسلے میں وزارت خارجہ نے ٹرمپ کے حکم کے

مطابق افغان نژاد امریکی شہری زلمے خلیل زادہ کی قیادت میں ایک مذاکراتی ٹیم کا انتخاب کیا، تاکہ افغان مسئلے کے حل کے حوالے سے طالبان نمائندوں سے گفتگو کریں۔ قطر میں امارت اسلامیہ کے نمائندوں اور امریکی فریق کے درمیان مذاکرات کا آغاز ہوا۔اس سے قبل دسمبر کے وسط میں متحدہ عرب امارت میں فریقین کے مذاکرات ہوئے۔ جن میں سعودی عرب کے نمائندوں نے بھی شرکت کی۔ اس کے علاوہ روس کے دارالحکومت ماسکو میں امارت اسلامیہ کے نمائندوں اور افغان سیاست دانوں کے درمیان دو روزہ مذاکرات ہوئے۔ اس دوران ایک اعلامیہ بھی جاری کیا گیا، جس میں تمام سیاست دانوں نے امارت اسلامیہ کے اس مطالبے کی پرزور تائید کی کہ بیرونی فوج افغانستان سے مکمل طور پر نکل جائیں۔ افغانستان کے مستقبل کا فیصلہ افغانوں ہی کے حوالے کیا جائے۔ مذاکرات کا اگلا مرحلہ قطر کے دارالحکومت دوحا شہر میں 25 فروری سے شروع ہوگا۔ اس میں امارت اسلامیہ کے نمائندے اور امریکی فریق افغان صورت حال پر براہ راست گفتگو کریں گے۔ اس حوالے سے کابل انتظامیہ کے اعلی حکام، اراکین پارلمنٹ، سیاست دان اور سول سوسائٹی کے نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا:

زلمے خلیل زاد نے طلوع ٹی وی سے خصوصی گفتگو کے دوران کہا کہ افغانستان میں امن عمل کے حقیقی دشمن اختلاف اور نفاق ہیں۔ مختلف موضوعات کے متعلق کافی آرا ہیں۔ ان کا اشارہ کابل انتظامیہ کے سربراہ اشرف غنی اور ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ کی جانب تھا۔ جنہوں نے مذاکراتی امن عمل کو سبوتاژ کرنے کے لیے مختلف حربے استعمال کیے اور کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں امارت اسلامیہ کے نمائندوں کی نام نہاد بلیک لسٹ میں شمولیت کے متعلق اقوام متحدہ کو شکایت کرنا اور مذاکراتی ٹیم کو سفر وغیرہ کی اجازت نہ دینا واضح تخریب کاریاں ہیں۔ اشرف غنی اور عبداللہ عبداللہ کے باہمی اختلافات اور ایک دوسرے پر الزامات لگانا بھی ایسا ہی تخریبی عمل ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو یقین ہے طالبان امن چاہتے ہیں؟ تو انہوں نے بلاتوقف کہا کہ 'جی ہاں! طالبان امن چاہتے ہیں۔'

کابل انتظامیہ کے رکن سینٹ اور صوبہ ہلمند کے رہائشی شیر محمد اخندزادہ نے مقامی میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کابل انتظامیہ کی بے حسی پر افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ 'طالبان جس طرح میدان جنگ میں کامیاب ہیں، اسی طرح سیاست اور مذاکرات کے عمل میں بھی سُرخ رُو ہیں۔' صوبہ اروزگان کے باشندے اور کابل انتظامیہ کے رکن پارلیمنٹ عبیداللہ بارکزئی نے مقامی ٹی وی کے ٹاک شو میں بحث کے دوران کہا کہ 'اشرف غنی کی حکومت بکھر چکی ہے۔اس کا جنازہ عنقریب نکلنے والا ہے۔ اس وقت طالبان روشن ستارے کی طرح عالمی سطح پر سیاسی اور فوجی قوت ہیں۔ ان کے مقابلے میں کابل حکومت بہت کمزور ہوئی ہے۔'

الجزیرہ ٹی وی کے سابق نامہ نگار اور نامزد رکن پارلمان ولی اللہ شاہین نے طلوع نیوز کے نامہ نگار کو جواب دیتے ہوئے کہا کہ 'افغان حکومت کے مقابلے میں طالبان کا پلڑا بھاری ہے۔ طالبان نے امریکا کو مذاکرات کے لیے مجبور کیا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ یقیناً طالبان آزادی اور خود مختاری کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ طالبان ایک شرعی حق کا دفاع کر رہے ہیں۔ روس کے خلاف جہاد کے تناظر میں طالبان 49 ممالک کی جدید اسلحے سے لیس فوج کے خلاف نبرد آزما ہیں۔ امریکا افغانستان کی فضا اور زمین پر کنٹرول قائم کیے ہوئے ہے۔ امریکی اجازت کے بغیر یہاں فضا میں پرندہ پر نہیں مار سکتا۔ طالبان نے جس مؤقف کو اختیار کیا ہے، وہ شرعی، ملی اور قومی موقف ہے۔

نسیم شاہد

اشرف غنی سیاسی یتیم ہیں

گزشتہ چھے ماہ سے افغانستان میں سترہ سال سے جاری جنگ کے خاتمے کے لیے طالبان امریکا مذاکرات جاری ہیں۔ یہ مذاکرات گزشتہ سال جولائی میں جنگی نقصانات سے بیزار صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے حکم پر شروع کیے گئے ہیں۔ امریکا کی جانب سے بات چیت کے لیے کابل، عراق اور اقوام متحدہ میں سابق امریکی سفیر زلمے خلیل زاد کو رابطہ کار کی حیثیت سے مقرر کیا گیا ہے۔ طالبان نے کٹھ پتلی افغان حکومت کے ساتھ مذاکرات سے انکار کر کے جنگ کے اصل فریق امریکا کے ساتھ بات چیت پر زور دیا ہے۔ دوسری جانب امریکا کی کوشش ہے کہ جنگ میں خود کو اصل فریق ثابت کرنے کے بجائے ان تمام حالات کا ذمہ دار افغان حکومت کو قرار دے کر طالبان کو ان کے ساتھ بات چیت پر آمادہ کیا جائے۔ امریکا نے چھے ماہ قبل مکمل طور پر زورِ بازو آزمانے کے بعد حکمت عملی بنا کر طالبان کے ساتھ مذاکرات کی راہ اپنائی ہے۔ یہی موقف طالبان کا بھی تھا۔ اس موقف پر افغان انتظامیہ پریشان ہے۔

گزشتہ ماہ ابو ظہبی اور قطر میں طالبان قیادت کے آٹھ رکنی امریکی وفد کے ساتھ چھے دن تک مذاکرات جاری رہے۔ اس میں دو اہم ایجنڈوں پر بات ہوئی۔ افغانستان سے بیرونی فوج کا انخلا اور اس انخلا کے بعد دوسرے ممالک کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی سے گریز۔ مذاکرات کے بعد متفقہ اعلامیہ جاری ہونا تھا، لیکن جنگ بندی اور افغان حکومت کے ساتھ طالبان کی مخالفت کی وجہ سے متفقہ اعلامیہ جاری نہ ہو سکا۔ اس نشست کا بنیادی نکتہ افغانستان میں غیر ملکی فوج کی موجودگی تھا۔ بیرونی فوج افغان حکومت کے لیے آکسیجن کا کام دیتی ہے۔ گزشتہ ماہ افغان حکومت کے سربراہ اشرف غنی نے امریکی ٹی وی CBS کے پروگرام 60 Minutes کے ساتھ بات چیت کے دوران اس حقیقت کا برملا اعتراف کیا۔ انہوں نے کہا کہ افغان فوج بیرونی فوج کے بغیر چھے مہینے بھی قائم نہیں رہ سکتی۔

دوحا میں مذاکرات کے دوران امریکی مذاکراتی ٹیم نے افغانستان سے انخلا کا عندیہ دیا۔ طالبان کے مذاکراتی ٹیم کے سربراہ شیر محمد عباس ستانکزئی نے مذاکرات کے چند دن بعد نن ڈاٹ ایشیا ویب سائٹ کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ امریکی فوج کے مکمل انخلا کے لیے دو طرفہ سے ٹیمیں تشکیل دے دی گئی ہیں۔ وہ 25 فروری تک پلان تیار کریں گے۔ 25 فروری کی نشست اہمیت کی حامل ہو گی۔ مذاکرات کے بعد زلمے خلیل زاد اشرف غنی کے ساتھ مشاورت کی غرض سے کابل گئے۔ نیو یارک ٹائمز کے مطابق اشرف غنی اور خلیل زاد کی گفتگو سرد مہری کا شکار رہی۔ خلیل زاد اشرف غنی کو قائل کرنے میں ناکام رہے۔ نیو یارک ٹائمز کے مطابق اس گفتگو کے بعد اشرف غنی نے ڈونلڈ ٹرمپ کو خط لکھ کر درخواست کی کہ افغانستان سے بیرونی فوج نہ نکالی جائے۔ اگرچہ مذکورہ خط کے جواب میں صدر ٹرمپ کا کوئی رد عمل سامنے نہیں آیا۔ البتہ اسی خبر کی اشاعت کے چند گھنٹے بعد ٹرمپ نے ٹویٹ کیا کہ افغانستان اور شام سے اپنی فوج کے نکالنے کا وقت آگیا ہے۔ اب ہم اس فوج پر اُٹھنے والے اخراجات مثبت طریقے سے خرچ کریں گے۔

اشرف غنی کے سیاسی مخالفین کا دعویٰ ہے کہ وہ مذاکرات سبوتاژ کر رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے اگر طالبان امریکا مذاکرات کامیاب ہو گئے تو دوسری مرتبہ ان کا صدر مملکت بننا مشکل دکھائی دیتا ہے۔ اگرچہ امریکی وزارت دفاع اور سینٹ کمیٹی افغانستان سے فوج کے انخلا کی مخالفت کر رہی ہیں۔ البتہ خود صدر ٹرمپ اس جنگ کے سخت مخالف ہیں۔ وہ جلد از جلد جنگ کے خاتمے کے لیے اقدامات کر رہے ہیں۔ بیرونی فوج کے انخلا، طالبان کی سیاسی پوزیشن اور افغان حکومت کی کمزوری کی وجہ سے بھی اشرف غنی اپنے سیاسی مستقبل کے لیے پریشان اور فکر مند ہیں۔

شاہین ہمدرد

لارنس آف عربیہ

آج افغان تاریخ کی ایک بڑی جنگ لڑ رہے ہیں۔ دنیا کی بڑی اور متحد طاقتوں کی جانب سے افغان سرزمین پر جارحیت کی گئی ہے۔ جس کے مقابلے میں امارت اسلامیہ دفاعی جہاد میں مصروف ہے۔ امریکا عسکری میدان میں شکست کھا چکا ہے۔ وہ اب راہ فرار ڈھونڈ رہا ہے۔ تاریخ کے طالب علم ہونے کے ناتے مجھے یہ فکر لاحق ہے کہ ایسا نہ ہو امریکا عسکری میدان میں شکست کا بدلہ دوسرے طریقے سے لینے کی کوشش کرے۔ جس کے نتیجے میں خدانخواستہ مجاہدین کی فتح شکست میں تبدیل ہو جائے۔ تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ کفار جنگی چال تبدیل کر کے اپنی شکست کا بدلہ لیتے ہیں۔ استعماری قوتوں نے جس تکنیک کو استعمال کرتے ہوئے بڑی کامیابیاں حاصل کی ہیں، اس کی ایک مثال ماضی قریب میں برطانوی استعمار اور خلافت عثمانیہ کے درمیان جنگ ہے۔ جزیرۃ العرب پر قبضے کے لیے برطانوی استعمار کو عسکری میدان میں خلافت عثمانیہ نے شکست فاش دی تو برطانیہ نے ایک سادہ تکنیک کے استعمال سے ترکی کو وہ تاریخی شکست دی، جس کے بعد صرف چند شہروں کے علاوہ پورا جزیرۃ العرب عثمانیوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔

کرنل تھامس ایڈورڈ لارنس (16 اگست 1888ء، 19 مئی 1935ء) برطانوی فوج کا وہ افسر تھا، جس نے سب سے پہلے پہلی جنگ عظیم میں خلافت عثمانیہ کے زیر کنٹرول عرب علاقوں میں قوم پرستی کے بیج بو کر انہیں بغاوت پر اکسایا۔ انہیں اپنے مفاد کے لیے استعمال کیا۔ اس کارنامے کی وجہ سے اسے دنیا میں شہرت ملی۔ اسی وجہ سے اسے لارنس آف عربیہ کا لقب دیا گیا۔ حالانکہ جب 1915ء میں انگریزوں نے ترک فوج اور مجاہدین کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست کھائی، خاص طور پر ترک کرنل خلیل پاشا کے ہاتھوں جن دس ہزار انگریزوں نے عبرت ناک شکست کھائی، اس وجہ سے انگریزوں کو یقین ہو گیا کہ عثمانیوں کے خلاف فوجی ایکشن لینا اور ان کے خلاف لڑنا بہت مشکل ہے۔ انہوں نے اپنے پرانے فارمولے 'تقسیم کرو اور حکومت کرو' کو بروئے کار لاتے ہوئے لارنس کو یہ مشن سونپا کہ وہ عربوں کے چھوٹے سرداروں اور قبائلی عمائدین کا اعتماد حاصل کریں۔ انہیں ترکوں کے خلاف قومی اور لسانی تعصب کے نام پر ایک بھرپور بغاوت کی راہ ہموار کریں۔

لارنس اچھی عربی بولتا تھا۔ عرب لباس زیب تن کیا اور عربی علاقہ جات کا رخ کیا۔ وہاں اس نے قوم اور زبان کے نام پر تعصب کے ذریعے سازشیں پھیلانا شروع کیں۔ یاد رہے لارنس اس سے قبل بھی اس کام میں کافی تجربہ رکھتا تھا۔ 1911ء میں اس نے بصرہ کے ایک ہوٹل میں اپنا ایک خفیہ نیٹ ورک بنایا تھا۔ جس میں عرب نوجوان بھی اس کے ساتھ تھے۔ اس زمانے میں اس کے خفیہ نیٹ ورک میں ایک خوبرو یہودی نوجوان بھی شامل ہوا، جس نے اس کا کام آسان بنا دیا تھا۔ اس لڑکے نے بہت سے عربوں کو اپنی خوب صورتی کے جال میں پھنسایا اور انہیں ترکوں کے خلاف بغاوت پر اکسایا۔ انگریزوں نے لارنس کو یہ مشن سونپا کہ برلن سے بغداد تک ریل کی پٹڑی بچھائی جا رہی ہے، اس کے روٹ اور تعمیر کے بارے مکمل معلومات حاصل کر کے لندن بھیجی جائے۔ ساتھ ہی ایسے لوگوں کو بھی ڈھونڈیں، جن کا ضمیر بہ آسانی خریدا جا سکے۔

ان دنوں ریل کی پٹڑی عراق اور برلن کے درمیان دریائے فرات تک بچھائی جا چکی تھی۔ دریا پر پل بنانے کا کام جاری تھا۔ لارنس ماہر آثار قدیمہ کے روپ میں آیا۔ تعمیراتی کام کے قریب ہی کان کنی شروع کی۔ تاریخی آثار کی تلاش اور کان کنی محض ایک بہانہ تھا۔ اصل کام ریل کی پٹڑی کے کام کی جاسوسی تھا۔ لارنس ہر دن معلومات اکھٹی کرتا اور لندن بھیج دیتا۔ یہاں سے لارنس نے اپنے اصل ہدف تک پہنچنے کے لیے غداروں کی تلاش شروع کی۔ بڑی محنت اور تلاش بسیار کے بعد وہ ترک پارلیمنٹ کے رکن سلیمان فائزی تک پہنچنے میں کامیاب ہوا۔ اس کے ارد گرد جال بننے کی منصوبہ بندی کی۔ پیسوں کی لالچ کے بدلے برطانوی فوج کی مدد کا مطالبہ کیا۔ فائزی ہوشیار اور چالاک تھا۔ وہ لارنس کے ارادوں کو سمجھ گیا۔ اسے بڑی حقارت سے دھتکارتے ہوئے اس کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ بھی رسید کیا۔ البتہ لارنس مایوس نہیں ہوا۔ وہ ایک عیار جاسوس تھا۔ وہ سلیمان فائزی سے بہت جلد کنارہ کش ہوا سوچ و بچار کے بعد فیصلہ کیا کہ جزیرۃ العرب کے سیاسی اور تعلیم یافتہ لوگوں میں برطانیہ کے لیے کام کرنے والے لوگوں کا ملنا محال ہے۔ کیوں کہ سیاسی اور تعلیم یافتہ افراد برطانیہ کے عزائم سے اچھی طرح آگاہ تھے۔ اس لیے صحرا کے بدوی عربوں کو اپنے جال میں پھنسانے کا فیصلہ کیا۔ سب سے پہلے لارنس نے حلیہ بدل کر ایک مسلمان کا روپ دھارا، عربوں کا لباس پہنا اور بصرہ کی ایک مسجد میں اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔ اب بدوی عربوں کے ساتھ ان کے خیموں میں رہنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے عربوں پر برطانوی پونڈز کی بارش بھی کر دی۔ ہر ماہ دو لاکھ پونڈ بدوی عربوں میں تقسیم کرتا۔ جس کی وجہ سے دنیا کے حالات اور مسلمانوں کے اجتماعی مفادات سے لاعلم سادہ لوح عرب اس کے مداح بن گئے۔ ہر جگہ اسے محسن اور مربی کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔ انہی بدوی عربوں کی

مدد سے لارنس ترکوں کے پاس گیا۔ وہاں وہ والیٔ مکہ حسین الہاشمی تک پہنچنے میں کامیاب ہوا۔ اسے بہت جلد اپنی چرب زبانی اور مکر و فریب سے گمراہ کر لیا

پاسبان حرم کو دھوکہ دینے کے بعد لارنس کی پوری توجہ حسین الہاشمی کے صاحب زادوں عبداللہ، فیصل، زید اور علی پر مرکوز رہی۔ لارنس سے ان سے کہا کہ 'آپ سادات ہو کر بھی محکوم ہو اور غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہو۔' شروع میں حسین کے بیٹوں نے لارنس کی باتوں پر توجہ نہ دی۔ لارنس کے اصرار اور بار بار بتانے پر آہستہ آہستہ وہ ترکوں سے متنفر ہونے لگے۔ حتیٰ کہ انہوں نے ایک دن اپنے گھر کی بالکونی سے ترکوں پر فائرنگ کر دی۔ اس کے ساتھ ہی عربوں میں ترکوں کے خلاف بغاوت کا آغاز ہو گیا۔ جس پر لارنس بہت خوش ہوا کہ اس کی جدوجہد رنگ لائی ہے۔ اس نے لندن تک اپنی کامیابی کے پیغامات بھجوائے کہ اب اصل کھیل شروع ہو چکا ہے۔ برطانیہ بہت جلد فتح حاصل کرلے گا۔

لارنس عربوں میں مربی اور محسن کے مرتبے پر فائز ہو چکا تھا۔ اس نے پورے جزیرۃ العرب میں عثمانی خلافت کے خلاف بغاوتوں کی منظم تحریکیں چلائیں۔ وہ بدوی عربوں کے ساتھ مل کر ترکی کے فوجی قافلوں پر حملے کرتا۔ خاص طور پر ترکی سے حجاز تک بننے والی ریل کی پٹڑی روکنے کے لیے بدوی عربوں کو سب سے زیادہ استعمال کیا۔ ہر جگہ ریل کی پٹڑی بچھانے والے مزدوروں پر حملے کیے۔ 1917ء میں ترک فوج کی ایک ریل گاڑی پر حملہ کیا، جس میں ترکی کے 70 فوجی شہید ہو گئے۔

عثمانی فوج نے عسکری میدان میں برطانیہ اور اس کے اتحادیوں کو جزیرۃ العرب پر قبضے کے لیے عبرت ناک شکست دی تھی۔ جنگ میں فتح عثمانیوں نے حاصل کی تھی۔ ظاہر یہی ہوتا ہے عثمانی انٹیلی جنس شعبے میں کمزور تھے۔ عرب سرداروں اور بدوی عربوں پر جتنی توجہ دینے کی ضرورت تھی، وہ نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے عربوں میں جاسوس نیٹ ورک پتا لگانے میں ناکام رہے۔ انگریز نے اسی کمزوری کا ادراک کرتے ہوئے ان کو ٹارگٹ کیا۔ لارنس آف عربیہ نے بدوی عربوں کو عثمانی خلافت کے خلاف بغاوت پر اکسا کر اس نے بہت کم اخراجات میں ایک بڑا لشکر اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا۔ ترک فوج پھر بھی لارنس کی سازش کے خلاف اقدام کرنے میں ناکام رہی۔ لارنس کے اپنے اعتراف کے مطابق اس نے اپنے ہاتھوں سے ریل کی پٹڑی کے لیے بننے والے 79 پلوں کو تباہ کیا۔ وہ انکشاف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں اس کام میں اتنا ماہر ہو گیا تھا کہ ہر پل کو تباہ کرنے کے لیے ایسا سائنسی طریقہ اپناتا کہ پل اندر ہی اندر سے ریزہ ریزہ ہو جاتا، البتہ گرتا نہیں تھا۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا کہ جب بھی ترک اہل کار اس پل کی دوبارہ تعمیر کے لیے آتے تو وہ مجبور ہوتے کہ پل مکمل طور پر منہدم کریں۔ اس کا ملبہ ٹھکانے لگائیں پھر سارا خام مال لا کر پل تعمیر کریں۔ اس کام سے ترکوں کو دو نقصان پہنچتے۔ ایک ان کا وقت زیادہ ضائع ہوتا دوسرا اس کی لاگت چار گنا بڑھ جاتی تھی۔

آج ان عربوں کی نسل اپنے آباو اجداد کے مذکورہ جرائم پر شرمندہ ہے۔ ان کے آبا واجداد چند پیسوں کی خاطر سنگین جرم کے مرتکب ہوئے۔ اردن کے دارالحکومت عمان سے چالیس کلو میٹر کے فاصلے پر واقع الدورہ کے عثمانیوں نے صحرائے عرب میں 600 میل تک ریل گاڑی کی پٹڑی بچھائی۔ وہ پٹڑی لارنس کی مذموم سازش کی وجہ سے انہی سادہ لوح عربوں کے ہاتھوں مکمل طور پر تباہ ہوئی۔ اس کی باقیات آج بھی صحرائے عرب میں جابجا بکھری پڑی ہیں۔ شیخ العطور الدورہ کے علاقے کے ایک قبائلی سردار ہیں وہ کہتے ہیں 'الدورہ ایک غریب اور پسماندہ علاقہ ہے۔ اگر ہمارے آباواجداد نے عثمانیوں کے ساتھ خیانت نہ کی ہوتی تو آج اس علاقے کی تقدیر تبدیل ہو چکی ہوتی۔ ہم اقتصادی طور پر خوشحال ہوتے۔ انہوں نے اس راز کو بھی راز نہیں رہنے دیا کہ ان کے نانا نے ریل کی پٹڑی تباہ کرنے میں لارنس کا ساتھ دیا تھا۔ ان کے خیال میں یہ کوئی معمولی تباہی ہو گی، لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ ان کے اس گھناؤنے فعل کی سزا اس کی آنے والی نسلیں بھگتیں گی۔ ان سب کے پیچھے لارنس کا شیطانی دماغ کارفرما تھا۔ اس نے بدوی عربوں کی ہمدردی کو بڑی کم قیمت پر خرید کر ایک منظم لشکر تیار کیا۔

برطانیہ میں لارنس کی جاسوسی اور اس کی زندگی پر متعدد فلمیں بنائی جا چکی ہیں۔ اسے برطانیہ کا سب سے چالاک اور کامیاب جاسوس قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح اس کی زندگی پر متعدد کتابیں بھی لکھی جا چکی ہیں۔ بے شمار ڈراموں اور داستانوں کے علاوہ اس کی اپنی خود نوشت انگریزی کے علاوہ بارہ زبانوں میں شائع ہو چکی ہے۔ تقریباً ڈیڑھ صدی گزرنے کے باوجود اب بھی شائع ہوتی ہے۔ شیخ العطون انگلینڈ کی برسٹل یونی ورسٹی کی ایک ٹیم کے ساتھ سروے میں حصہ لے رہے ہیں۔ یہ ٹیم جزیرۃ العرب میں جنگ عظیم کے بعد برپا ہونے والے عرب انقلاب اور خاص طور پر اس انقلاب میں لارنس کے کردار پر تحقیق کر رہی ہے۔ اس نے کس مہارت سے عربوں کے دل و دماغ میں قوم پرستی اور لسانی تعصب کے بیج بوئے۔ کس طرح ان عربوں کے جذبات کو عملی تحریک دے کر ترکوں کے خلاف بھڑکایا۔ جس کے نتیجے میں پورا جزیرۃ العرب عثمانی سلطنت کے دائرے سے نکل گیا۔ اس لیے تاریخ کے اس باب کے مطالعے میں عبرت کا سامان ہے

کاش موجودہ اسلامی دنیا کے حکمران اور عوام اپنی مغلوب حالت کو تبدیل کرنے کے لیے ٹھنڈے دماغ سے سوچیں۔ ان کا دشمن کتنا مکار، عیار، چالاک اور بیدار ہے۔ ہم کتنے سادہ لوح اور غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ آج ہمارے لیے اس داستان میں واضح سبق موجود ہے۔ اس میں شک نہیں کہ امریکا عسکری میدان میں شکست سے دوچار ہے۔ امریکا اور اس کے اتحادیوں کو ناکوں چنے چبوانے والے مجاہدین اور افغان عوام کو چاہیے وہ امریکا کو کوئی ایسا موقع فراہم نہ کریں، جس سے وہ اپنی شکست فتح میں تبدیل کر سکے۔ ایسا نہ ہو وہ اپنی سازشوں کے ذریعے افغان عوام کے تاریخی کارنامے کو تاریخ کے گمنام صفحات میں بند کر دیے۔ جو غلام اور امریکی کاسہ لیس چند ٹکوں کی خاطر اپنے ملک کے شہریوں کے خلاف برسرپیکار ہیں، وہ بھی اس داستان سے سبق حاصل کریں۔ کل ان کی اولاد ان کا نام لیتے ہوئے شرمائے گی۔

احمد فائز

گرین ویلیج پر حملہ

گرین ویلیج سے ایک باخبر ذریعے کا کہنا ہے کہ گرین ویلیج کے دروازے پر سکینگ کے فرائض انجام دینے والے دو افغان اور چار نیپالی شہریوں کے علاوہ 22 دیگر بڑے گریڈ کے افسر بیرونی فوجی گیٹ پر ہونے والے دھماکے میں ہلاک ہوگئے۔ ذریعے کا کہنا ہے کہ اندر تو بالکل تباہی ہے۔ وہاں ایک بڑا احاطہ ایسا ہے، جہاں جانے پر پابندی عائد کر دی گئی ہے۔ کسی کو بھی جائے وقوعہ کی عکاسی کے لیے جانے نہیں دیا جاتا۔ وہ حصہ بہت زیادہ تباہ ہو چکا ہے، جہاں بڑی تعداد میں بیرونی اہل کار جمع تھے۔ جن میں کینیڈا، نیپال اور بلیک واٹر کے اتحادی شامل ہیں۔ وہ یہاں ایک خفیہ اجلاس میں شریک تھے۔ یہ 22 افراد گرین ویلیج میں مہمان تھے۔

اسی طرح ایک افغان فوجی افسر کابل میں اپنی فیملی کے ساتھ رہ رہے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ اگر یہ حملہ گرین ویلیج میں بیرونی فوجیوں کے کیمپ پر ہوتا تو ممکن ہی نہیں کوئی بیرونی فوجی زندہ بچ جاتا۔ حملے کی شدت کو دیکھا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ جڑ سے اکھیڑ کر رکھ دیا گیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے مزید بتایا کہ اس حملے نے واضح کر دیا ہے کہ طالبان اب بھی مضبوط اور ناقابل شکست ہیں۔ دنیا کو اس سے کچھ سمجھ لینا چاہیے۔ طالبان کے تمام مطالبات تسلیم کریں ورنہ ان کا حال مزید بُرا ہوگا۔ کابل میں ایک یونیورسٹی کے طالب علم نے بتایا کہ 'تقریباً 7 بج رہے تھے۔ میں تھکا ماندہ اپنے ہاسٹل پہنچا۔ ابھی ارادہ تھا کہ اپنا کھانا کھالوں۔ دوسرے لقمے کے ساتھ ہی ایک جھٹکا محسوس کیا۔ پھر نیلے رنگ کی روشنی پھیل گئی۔ ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ کابل یونیورسٹی، پل چرخی اور دیگر حصوں میں میرے دوستوں نے اس کی آواز سنی۔ اس زوردار دھماکے کے بعد دو گھنٹے تک فائرنگ کا تبادلہ جاری رہا۔ دو منٹ بعد بجلی بھی چلی گئی۔ اندھیرا تھا۔ کمرے کا ایک شیشہ بھی ٹوٹ گیا۔ میرا بایاں ہاتھ شیشے کے ایک ٹکڑے سے معمولی زخمی ہوگیا تھا۔ سب لوگ عمارت سے باہر آگئے تھے۔ وہ واقعے سے متعلق ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے۔ فوراً ہی ایک ایمبولینس ہمارے اپارٹمنٹ کے سامنے آکھڑی ہوئی۔ جو لوگ شیشے گرنے سے معمولی زخمی تھے، قریبی ہسپتال لے جائے گئے۔ میں بھی ساتھ چلا گیا، اگرچہ زخم گہرا نہیں تھا۔

ہسپتال میں بہت دور سے لوگ لائے گئے تھے۔ ہسپتال میں کچھ رپورٹرز تھے۔ وہ مناظر کی عکاسی کر رہے تھے۔ کچھ لوگوں سے سوالات بھی پوچھ رہے تھے کہ کیا ہوا اور کہاں سے آرہے ہو۔ اگرچہ ہم حملے کا مقام ہم سے بہت دور تھا۔ ہسپتال میں ہم سے کہا جا رہا تھا کہ کیمرے کے سامنے یہ کہنا ہے کہ طالبان ہم عوام پر حملہ کر رہے ہیں۔ اگرچہ بہت سے لوگوں نے ان کی یہ بات نہیں مانی۔ میرے زخم پر پٹی کی باری آئی تو ڈاکٹروں نے میرے ہاتھ پر ایک بڑی پٹی باندھ دی، جیسے میرا ہاتھ ٹوٹا ہوا ہو یا پورے ہاتھ میں ٹانکے لگے ہوں۔ پھر پٹی لگے ہاتھ کی تصویریں اتاری گئیں۔ میں نے ڈاکٹر سے کہا کہ ایک چھوٹی سی پٹی، اگرچہ اس کی بھی ضرورت نہیں، باندھ دیں۔ میرا کل پیپر ہے، لکھ نہیں پاؤں گا۔ انہوں نے میری ایک نہ سنی۔ واپس اپارٹمنٹ پہنچا تو اکثر لوگ ہنس رہے تھے۔ ڈاکٹروں کی لگائی پٹیاں اتار رہے تھے۔ میں نے بھی اپنی پٹی اتار دی اور کمرے میں چلا آیا۔

کچھ لمحے بعد ٹی وی آن کیا۔ وزارت صحت کے ترجمان وحید اللہ مایار نے کہا کہ بیرونی فوج کے کیمپ پر ہونے والے حملے میں 40 افراد زخمی ہوئے ہیں، جو کہ سب عام شہری ہیں۔ میں دل میں کہہ رہا تھا کہ میں کیمپ کے اندر تو نہیں تھا کہ ہمیں میڈیا کے سامنے ایسے پیش کیا گیا۔ میں ترجمان کی بات سُن کر قہقہ لگانے لگا۔ ممکن ہے ایسے بہت سے لوگ ہنس رہے ہوں گے۔ میں نے اپنے دوستوں کا حال پوچھنے کے لیے موبائل اٹھایا تو موبائل سروس بھی بند تھی۔ میں نے موبائل واپس رکھا اور سو گیا۔

درجہ بالا داستان دیکھتے ہوئے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ حملہ گرین ویلیج میں بیرونی فوج پر بہت باریک بینی سے کیا گیا تھا۔ کابل انتظامیہ کی جانب سے بتائی جانے والی تمام جزئیات پروپیگنڈے کے سوا کچھ نہیں۔ انہوں نے ان لوگوں کو زخمیوں کے طور پر پیش کیا، جو دور واقع عمارتوں میں شیشے ٹوٹنے سے معمولی زخمی ہوئے تھے۔ ان کی حالت تشویش ناک نہیں تھی۔ بیرونی فوجیوں کو ہونے والے نقصانات کی تفصیل میڈیا پر پیش نہیں کی گئی۔ یاد رہے گرین ویلیج افغانستان میں غیر ملکیوں کا واحد اور مکمل 'سبز گاؤں' ہے۔ جہاں عام لوگوں کو آزادانہ آمدورفت کی اجازت نہیں ہے۔ اس لیے طالبان اسے اپنا اہم ہدف سمجھتے ہیں۔ اس سے قبل پہلے بھی تین بار اس پر کامیاب حملے کیے جا چکے ہیں۔ جس میں بیرونی فوج کو ہلاکتوں کے علاوہ مالی نقصان بھی پہنچا تھا۔

عابد علی

طالبان کی کامیابیاں

افغانستان پر امریکی جارحیت کے ابتدائی ایام میں لوگوں کی اکثریت امریکا خلاف مزاحمت اور جہاد کو پاگل پن قرار دے رہے تھے۔ اس بارے ادنی سی کوشش بھی لوگوں کے یہاں خودکشی کے مترادف تھی۔ طالبان کے سامنے صرف شریعت کی رہنمائی تھی، جس میں ان کی کامیابی کے وعدے موجود تھے۔ جب کہ ظاہری اسباب میں امریکا اور طالبان کا مقابلہ بالکل ناممکن بات تھی۔ اسلام کی یہی تعلیمات عالی قدر امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے بڑے سادہ الفاظ میں اپنے ساتھیوں کو بتائیں کہ 'اللہ تعالیٰ نے ہماری نصرت کا وعدہ کیا ہے۔ جب کہ دشمن ہماری شکست کے دعوے کررہا ہے۔ ہم دیکھیں گے کہ کس کا وعدہ سچا ثابت ہوتا ہے۔

اپنے امیر کی اسی فکر کی وجہ سے طالبان مایوس نہیں ہوئے۔ انہوں نے اپنی مسلح جدوجہد جاری رکھی۔ حتی کہ آج وہ فتح کی دہلیز پر پہنچ چکے ہیں۔ اسی عقیدے کا نتیجہ ہے طالبان آج تک حکومتی نظام کے قیام میں بھی صرف اسلامی نظام کے احیا کی بات کرتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں ہر قسم کے نظام کو مسلم سماج کے خلاف گردانتے ہیں۔ طالبان نے عسکری میدان میں لوہا منوانے کے بعد گزشتہ حکومتوں کی نسبت اپنی پالیسی اس طرح ترتیب دی ہے کہ وہ موجودہ حالات کے عین مطابق ہے۔ جس کی وجہ سے انہیں کئی مشکلات سے نجات ملی۔ عسکری میدان میں کامیابی کے ساتھ طالبان نے سیاسی میدان میں بھی قدم رکھا۔ اب وہ ایک سیاسی قوت کے طور پر سامنے آرہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے مکی اور مدنی دور کا جائزہ لیا جائے تو اس میں بہت زیادہ فرق ہے۔ دونوں شہروں کے ارد گرد حالات اور امکانات مختلف تھے۔ مکہ مکرمہ کے حالات ایسے نہیں تھے کہ وہاں جہری اور علانیہ دعوت کا کام کیا جاتا۔ اسلحہ اٹھایا جاتا۔ مدینہ منورہ میں حالات مختلف ہونے کی وجہ سے مسلح جہاد کا آغاز ہوا۔ اس اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے طالبان نے اپنی جنگی پالیسی آگے بڑھائی۔ ابتدا میں دوسرے ممالک سے تعلقات کو نظر انداز کرتے رہے۔ جب حالات موافق ہوئے تو امارت اسلامیہ کے امیر نے نہایت حکمت اور بصیرت سے کام لیتے ہوئے فیصلے کیے۔ اس بارے کسی ملک کا دباؤ قبول نہیں کیا گیا۔ جس کی وجہ سے طالبان بڑے چیلنجز سے کامیابی کے ساتھ نکلنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ماسکو کانفرنس سے قبل طالبان مختلف ممالک کے کچھ خفیہ اور علانیہ دورے کرتے رہے ہیں۔ مختلف ممالک کے علمی اور تحقیقاتی سیمینارز میں شرکت کرتے رہے ہیں۔ ماسکو کانفرنس کے بعد انہوں نے اپنے موقف کا دنیا کے سامنے برملا اظہار کیا ہے۔ دنیا نے پہلی مرتبہ دیکھا کہ امارت اسلامیہ کے سیاسی مبصرین پوری کانفرنس پر چھا گئے ہیں۔ مذکورہ کانفرنس کے بعد طالبان نے ایک مضبوط موقف کے ذریعے دنیا کو اپنی شناخت کرائی۔

بالآخر طالبان کے 'افغانستان بارے بات چیت صرف امریکا سے ہوگی' مطالبے نے کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ مذاکرات کا پہلا مرحلہ گزشتہ سال اکتوبر میں شروع ہوا۔ پہلا اجلاس قطر کے شہر دوحہ، پھر ابوظہبی میں ہوا۔ حال ہی میں ایک مرتبہ پھر قطر میں مذاکرات ہوئے ہیں۔ امریکا کی پے درپے مختلف مواقع پر مذاکرات کے بھاگ دوڑ سے ثابت ہوتا ہے کہ اسے افغان جنگ نے حواس باختہ کر دیا ہے۔ ان مذاکرات کے نتیجے میں سیاسی میدان میں طالبان بین الاقوامی سطح پر ایک مضبوط قوت کے طور پر سامنے آئے ہیں۔ روس، چین اور ایران نے بھی طالبان کے موقف کی حمایت کی ہے۔ جب کہ دوسری جانب امریکا اور کابل انتظامیہ بھی خاصے سیاسی دباؤ کا شکار ہیں۔ مذاکرات کے ساتھ ہی طالبان کی ماضی کے برخلاف موسم سرما میں بھی جہادی کارروائیاں عروج پر ہیں۔ سخت سردی اور شدید برف باری میں بھی دشمن پر تابڑ توڑ حملے جاری ہیں۔ افغانستان کے مرکزی علاقوں میں وسیع کارروائیاں جاری ہیں۔ محاذوں سے ملنے والی خبروں کے مطابق طالبان وسیع علاقوں سے دشمن کا صفایا کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ بدخشان، قندوز، تخار، بغلان، بلخ، بادغیس، جوزجان، ہرات، ارزگان، فراہ، قندھار، ہلمند اور غزنی وہ صوبے ہیں، جہاں طالبان نے عسکری برتری حاصل کی ہے۔ ان کارروائیوں میں دشمن کے سیکڑوں اہل کار ہلاک ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ سیکڑوں اہل کار حملے کے دوران، جب کہ کئی حملے سے قبل ہی ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ دشمن کی عسکری اور سیاسی میدان میں واضح شکست کے ساتھ یہ آثار واضح ہونے لگے ہیں کہ افغانستان میں مغرب کا قائم کردہ جمہوریت اور پرفریب نظام اب زوال کے قریب ہے۔ ان شاء اللہ۔

عاکف مہاجر

کابل انتظامیہ خطرے میں

امریکی صدر نے حال ہی میں شام سے امریکی فوج کی واپسی کا فیصلہ کیا ہے۔ جس پر کچھ ذرائع ابلاغ نے وائٹ ہاؤس کے حوالے سے خبر دی کہ ٹرمپ افغانستان سے نصف امریکی فوج کے انخلا کا فیصلہ کرنے والے ہیں۔ جس پر کابل انتظامیہ نے ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے شکوہ کیا کہ ہمیں یہاں تنہا چھوڑ کر امریکی فوجی بستر گول کرنا چاہ رہے ہیں۔ مخلوط حکومت کے سربراہ حواس باختہ ہو کر مذاکرات کو سبوتاژ کرنے کے لیے اپنی صفوں میں تبدیلی لانے کی کوشش میں ہیں۔ انہوں نے اس سلسلے میں امر اللہ صالح کو وزیر داخلہ اور اسد اللہ خالد کو وزیر دفاع مقرر کیا ہے، جو طالبان کے ساتھ دشمنی میں شہرت رکھتے ہیں۔ یہ دونوں وزیر اس سے پہلے طالبان کے ساتھ جنگ میں ناکام ثابت ہو چکے ہیں۔

ٹرمپ نے 2018 کے آخری دن ٹویٹ میں افغانستان سے انخلا کا عندیہ دیا اور واضح اعلان کیا کہ 'روس نے افغانستان پر حملہ کیا اور یہ اس کا حق بھی تھا۔ افغانستان نے سوویت یونین کو روس بنا دیا۔ ہم ہزاروں کلو میٹر دور وہاں جنگ میں کیوں مصروف ہیں۔ ہمسایہ ممالک کو لڑنا چاہیے۔ ہمیں وہاں سے انخلا کرنا چاہیے۔' کابل انتظامیہ کے حکام بوکھلاہٹ کا شکار ہیں۔ انہوں نے شکستہ حالات میں اعلامیہ جاری کیا کہ سوویت یونین نے بلاجواز افغانستان پر جارحیت کا ارتکاب کیا۔ امریکی صدر کو اس کی وضاحت کرنی چاہیے۔ انہوں نے سوچا کہ 90 فیصد عوام روس کا حملہ غیر قانونی سمجھتے ہیں۔ اس کو شکست دینے پر فخر کرتے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے یہ موقع غنیمت سمجھ کر ٹرمپ کے خلاف اعلامیہ جاری کیا۔

اشرف غنی کو معلوم ہونا چاہیے کہ جس طرح عطا نور نے کہا تھا کہ امریکا نے ہمیں پیپسی بوتل کی طرح استعمال کر کے پھینک دیا ہے، انہیں بھی اسی طرح پھینک دیا جائے گا۔ انہوں نے امریکا اور اس کے اتحادیوں کے تمام مظالم اس لیے خاموشی سے برداشت کیے، تاکہ امریکا خوش اور وہ اس کی نظر میں وفادار رہے۔ حتیٰ کہ امریکی فوج کی جانب سے افغان فورسز پر متعدد بار وحشیانہ بمباری کو بھی صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کیا۔ ان واقعات پر مکمل خاموشی اختیار کی گئی۔ مذمت کرنے کی جرات بھی نہیں کی گئی۔ چوں کہ امریکی استعمار ہمیشہ اپنے مفادات کے لیے سوچتا ہے۔ اس کی نظر میں غلام کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ وہ ٹشو پیپر کی طرح استعمال کر کے پھینک دیتا ہے۔ اب امریکا کی نظر میں اشرف غنی کا اقتدار میں رہنے اور افغانستان میں اپنی فوج کو برقرار رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس لیے فوجی انخلا کے لیے طالبان سے مذاکرات کر رہا ہے۔ جب کہ اشرف غنی کے اقتدار اور ان کے مفادات کا اسے کوئی لحاظ نہیں ہے۔

کابل انتظامیہ اس لیے بوکھلاہٹ کا شکار ہے کہ امریکا کے بغیر اس کی بقا کو خطرہ لاحق ہے۔ طالبان ضرور واپس آئیں گے۔ طالبان افغانستان کی سیاسی قوت ہیں۔ اب ہمسایہ ممالک سمیت پوری دنیا کا اتفاق ہے کہ طالبان کے ساتھ مذاکرات ضروری ہیں۔ افغان تنازع کا فوجی حل ممکن نہیں ہے۔ امریکا افغانستان میں جنگ ہار چکا ہے۔ طالبان ملک کی آزادی اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے امریکی جارحیت کے خلاف 18 برس سے جہاد کر رہے ہیں۔

کابل انتظامیہ کے حکام عیاشی میں مبتلا ہیں۔ وہ اسلامی نظام کے نفاذ سے خطرہ محسوس کرتے ہیں کہ اسلامی نظام میں انصاف ہو گا اور انہیں اپنے جرائم کی سزا ملے گی۔ انہیں پتا ہونا چاہیے کہ ان کے عارضی اقتدار کا سورج غروب ہونے والا ہے۔ ڈاکٹر نجیب اللہ کی طرح انہیں بھی حساب دینا ہو گا۔

سید سعید

جنگی جرائم (جنوری 2019)

2 جنوری کو صوبہ ہرات کے ضلع شین ڈنڈ کے علاقے سیاسار میں امریکی فوج کے ڈرون حملے میں دو افراد شہید ہوئے۔ اسی دن صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے علاقے علم خیل، ملاخیل اور زمبورک پر حملہ آوروں نے چھاپہ مارا اور مکانات کو دھماکہ خیز مواد سے اڑا دیا۔ دو افراد کو شہید اور چھ افراد کو حراست میں لے لیا۔ اگلے دن صوبہ بادغیس کے ضلع مرغاب کے علاقے اسحاق زئی میں افغان فوج کی گولہ باری سے ایک مدرسے کے پانچ طالب علم شہید ہو گئے۔ اسی دن ہلمند کے ضلع سنگین کے علاقے شرافت میں قابض اور افغان فوج نے مشترکہ کارروائی میں 13 دکانوں کو آگ لگا دی۔

5 جنوری کو قندھار کے ضلع شاولی کوٹ اڈا پر قابض امریکی فوج نے شدید بمباری کی، جس میں چھ خواتین سمیت 8 افراد شہید اور تین زخمی ہو گئے۔ اگلے دن فاریاب کے ضلع المار کے مرکز پر امریکی ڈرون حملے میں ایک شخص حاجی عبدالحکیم شہید ہو گیا۔ جب کہ صوبہ غزنی کے ضلع دہ یک میں سکیورٹی فوج کی ایک کارروائی میں دو عام شہری شہید ہو گئے۔

7 جنوری کو صوبہ ہلمند کے ضلع گریشک کے علاقے نہر سراج گوبن پر امریکی ڈرون طیارے نے حملہ کیا، جس میں ایک معصوم بچہ شہید ہو گیا۔ جب کہ ہلمند کے ضلع گرمسیر کے علاقے سفار میں امریکی اور افغان فوج نے مشترکہ کارروائی کے دوران درجنوں دکانوں، ایک کلینک اور بڑی تعداد میں عام شہریوں کی گاڑیاں اور موٹر سائیکلیں جلا دیں۔ جب کہ دو ڈاکٹروں اور ایک عورت سمیت پانچ شہریوں کو شہید کر دیا۔ مقامی لوگوں کے مطابق اس کارروائی میں علاقہ مکینوں کو 40 ملین روپے کا نقصان ہوا۔

8 جنوری کو کنڑ کے ضلع سرکاڑ کے علاقے شیروگی میں پولیس کی فائرنگ سے دو شہری شہید ہو گئے۔

11 جنوری کو اروزگان کے دارالحکومت ترین کوٹ کے علاقے خانقہ اور مراد آباد میں طالبان اور امریکی فوج کے درمیان براہ راست جھڑپوں کے بعد قابض فوج نے علاقے پر بمباری کی، جس کے نتیجے میں چار افراد شہید ہو گئے۔

12 جنوری کو صوبہ بادغیس کے ضلع جوند کے علاقے نج بز میں جارحیت پسندوں اور افغان فوج کے چھاپے کے دوران 10 عام شہری شہید ہوئے۔ اسی دن 12 جنوری کو پکتیکا کے ضلع ارگون کے درہ نامی علاقے میں افغان فوج کے چھاپے کے دوران پانچ افراد شہید ہو گئے۔

14 جنوری کو صوبہ زابل کے ضلع شاجوئی کے علاقے گاجوی میں کھیل کے میدان پر امریکی ڈرون طیارے نے حملہ کیا، جس میں دو نوجوان شہید ہو گئے۔ 14 جنوری کو حملہ آوروں اور افغان فوج نے صوبہ اروزگان کے دارالحکومت ترین کوٹ میں محمد نبی خان نامی شہر پر چھاپہ مارا۔ پچیس شہریوں

کو حراست میں لے لیے گئے اور دو افراد شہید کر دیے گئے۔ اس کے علاوہ 36 دکانیں جلادی گئیں۔

اگلے روز فاریاب کے ضلع شرین تگاب کے علاقے فیض آباد اور کوہ صیاد میں افغان فوج کی گولہ باری سے سات شہری شہید اور زخمی ہو گئے۔ جب کہ ہرات کے ضلع شین ڈنڈ کے علاقے عزیز آباد میں ایک مدرسے نور المدارس پر جارحیت پسندوں اور افغان فوج نے چھاپہ مارا۔ طلبا کو مدرسے سے نکالنے کے بعد مدرسہ مسمار کر دیا گیا۔

16 جنوری کو قندھار کے ضلع میوند کے علاقے سرہ بغل کے تنیسر بازار میں قابض اور اجرتی فوج نے طالبان کے ساتھ جھڑپ کے بعد خواتین اور بچوں سمیت بیس افراد کو شہید اور زخمی کر دیا۔

22 جنوری کو میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے علاقے بلند کاش پر امریکی ڈرون طیارے نے حملہ کیا، جس میں تین شہری شہید ہو گئے۔ اسی دن پکتیا کے ضلع زرمت کے علاقے سہاکو میں مشترکہ فوج نے ایک شخص کو شہید اور تین موٹر سائیکلیں جلا دیں۔ جب کہ میدان وردگ کے دار الحکومت کے قریب کہنہ خمار کے علاقے میں جارحیت پسندوں نے چھ افراد کو شہید کر دیا۔

23 جنوری کو ہلمند کے ضلع سنگین میں پرانے بازار پر قابض امریکی فوج نے وحشیانہ بمباری کی، جس کے نتیجے میں خواتین اور معصوم بچوں سمیت 17 افراد شہید اور 5 زخمی ہو گئے۔

صوبہ ہلمند کے ضلع سنگین کے علاقے چرخیکان مانده میں دوبندی کے مقام پر قابض فوج نے دھماکہ خیز مواد سے لبریز ایک کمپیوٹرائزڈ طیارہ ایک شہری کے گھر پر گرادیا، جس کے نتیجے میں تین معصوم بچے شہید اور دو زخمی ہو گئے۔

24 جنوری کو مشترکہ فوج نے میدان وردگ کے ضلع جغتو کے علاقے کنج جغتو میں چھاپے کے دوران دو شہریوں کو شہید اور تین افراد کو گرفتار کر لیا۔

26 جنوری کو مشترکہ فوج نے اروزگان کے دار الحکومت ترین کوٹ کے علاقے ناوہ پر چھاپہ مارا۔ اس دوران 8 شہریوں کو شہید، جب کہ 6 کو گرفتار کر لیا۔ ایک مسجد شہید اور متعدد مکانات مسمار کر دیے گئے۔ بیس سے زائد گاڑیوں کو آگ لگادی گئی۔

اگلے دن ننگرہار کے ضلع حصارک میں کلاگی کے علاقے میں دشمن نے چھاپے کے دوران دو افراد کو شہید اور متعدد کو حراست میں لے لیا۔

31 جنوری کو فراہ کے ضلع خاک سفید کے علاقے ہفتادر کے علاقے میں جارحیت پسندوں اور اجرتی فوج نے چھاپے کے دوران ایک پیش امام اور چار طالب علموں کو شہید اور بارہ افراد کو گرفتار کر لیا۔

اسی دن صوبہ ہلمند کے ضلع سنگین کے علاقے چرخکیان مانده میں ایک گاڑی پر قابض فوج نے ڈرون حملہ کیا، جس میں سوار پانچ افراد شہید ہو گئے۔ جب کہ ہرات کے ضلع پشتون زرغون کے علاقے زمان آباد میں جارحیت پسندوں اور افغان فوج نے طالبان کے ساتھ جھڑپ کے بعد علاقے پر گولہ باری کی، جس کے نتیجے میں تین شہری شہید اور متعدد افراد زخمی ہو گئے۔

ذرائع: بی بی سی، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک پریس، پژواک، خبریال، لراوبر، تن ڈاٹ ایشیا اور دیگر ویب سائٹس۔

احمد فارسی

افغانستان جنوری 2019 میں

2019 کا پہلا دن کابل میں امریکی سفارت خانے اور بگرام فوجی اڈے پر مجاہدین کے میزائل حملوں سے شروع ہوا۔ اس ماہ قابض فوج کے انخلا اور امن مذاکرات کے حوالے سے پیش رفت ہوئی۔ سرد موسم میں مجاہدین کی جانب سے دشمن کے فوجی اڈوں اور چوکیوں پر حملے کیے گئے۔ اس ماہ رونما ہونے والے اہم واقعات بارے درج ذیل سطور ملاحظہ فرمائیں۔

حملہ آوروں کا جانی نقصان

یکم جنوری کو مجاہدین نے امریکی سفارت خانے اور بگرام ایئر بیس پر میزائل حملے کیے اور اگلے روز ایک رابطہ کار مجاہد نے صوبہ ہرات میں قابض امریکی فوجیوں پر اندھادھند فائرنگ کی، جس کے نتیجے میں متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ 14 جنوری کو کابل میں فدائی مجاہدین نے دشمن کے حساس علاقے گرین ویلیج مرکز پر حملہ کیا، جس میں مذکورہ مرکز مکمل طور تباہ اور اس میں درجنوں قابض فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ 19 جنوری کو امریکا نے خبر شائع کی کہ اس کا ایک فوجی چل بسا، جو بادغیس کے ضلع جوند میں طالبان کے ساتھ جھڑپ میں زخمی ہوا تھا۔ اس کے بعد 23 جنوری کو امریکا نے اپنے ایک اور فوجی کی ہلاکت کا اعتراف کیا۔

اجرتی فورسز کا جانی نقصان

12 جنوری کو نیویارک ٹائمز نے لکھا تھا کہ گزشتہ ایک ہفتے میں کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ کے 139 فوجی ہلاک ہوچکے ہیں۔ اشرف غنی نے بھی 24 جنوری کو تسلیم کیا کہ ان کے دورِ صدارت میں کابل انتظامیہ کے 45ہزار اہل کار ہلاک ہوئے ہیں۔ 31 جنوری کو سیگار نے رپورٹ شائع کی کہ کابل انتظامیہ کی فورسز کی تعداد ہلاکتوں کے باعث بہت کم رہ گئی ہے۔ 4 جنوری کو صوبہ لوگر کے الیکشن کمیشن کا افسر ہلاک ہوگیا۔ 7 جنوری کو پلخمری شہر میں ایک کمانڈر اپنے چار محافظوں سمیت مارا گیا۔ 14 جنوری کو مجاہدین نے صوبہ لغمان کے دارالحکومت میں ایک ظالم اور سفاک کمانڈر فرعون کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ 26 جنوری کو قندھار کے ضلع میوند کے پولیس چیف اور کمانڈر مجاہدین کے ساتھ جھڑپ میں ہلاک ہو گئے۔ اگلے روز قندھار شہر میں مجاہدین نے استغاثہ کے وکیل کو قتل کر دیا۔ اس کے علاوہ گزشتہ مہینے میں بھی دشمن کے سیکڑوں اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

دشمن کی جانب سے شہری ہلاکتوں میں اضافہ

امریکی انٹیلی جنس کے تربیت یافتہ افغان اہل کاروں نے نہتے شہریوں پر ظلم و جبر کی انتہا کر دی۔ اس حوالے سے نیویارک ٹائمز نے یکم جنوری کو ایک رپورٹ بھی شائع کی۔ 10 جنوری کو اجرتی فورسز نے اپنی ظالمانہ کارروائی کے دوران ہلمند کے ضلع گرمسیر میں ایک بازار پر وحشیانہ بمباری کر کے اسے مکمل طور پر تباہ کر دیا۔ 24 جنوری کو قابض اور افغان فورسز نے ہلمند کے ضلع سنگین میں ایک گاؤں پر حملہ کیا، جس میں 13 عام شہری شہید ہوئے۔ ان میں خواتین اور بچے بھی شامل تھے۔ سفاک دشمن نے اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اگلے روز نماز جنازہ پر بھی بمباری کی۔ جس میں دس افراد شہید اور متعدد زخمی ہوگئے۔

آپریشن الخندق

امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے نئے سال کا آغاز نئی پہل سے کیا۔ قندھار کے ضلع میوند میں ایک سرنگ کے ذریعے دشمن کا فوجی اڈا دھماکہ خیز مواد سے تباہ کر کے درجنوں کمانڈوز کو ہلاک کر دیا۔ 3 جنوری کو مجاہدین نے پلخمری شہر میں دشمن کا ایک فوجی اڈا فتح کر کے بھاری مقدار میں اسلحہ برآمد کیا۔ 7 جنوری کو صوبہ بادغیس

کے ضلع قادس اور آب کمری میں متعدد چوکیاں فتح کی گئیں۔ 10 جنوری کو پلخری کے شہر میں کئی سکیورٹی چوکیاں ختم کی گئیں۔ اسی روز مجاہدین نے بادغیس کے ضلع آب کمری کے ڈپٹی گورنر کو نشانہ بنایا۔ دو دن بعد ہرات میں مجاہدین کے حملے میں دشمن کو بھاری جانی اور مالی نقصان اٹھانا پڑا۔

14 جنوری کو مجاہدین نے کابل کے علاقے سکیورٹی زون میں غیر ملکی فوجیوں کے مرکز پر ہلاکت خیز حملہ کیا، جس میں درجنوں غیر ملکی فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ اس کے بعد مجاہدین نے جوزجان کے ضلع فیض آباد میں دشمن کی ایک چوکی پر حملہ کر کے اس میں موجود تمام اہل کاروں کو ہلاک کیا اور ہتھیار ضبط کر لیے۔ 18 جنوری کو مجاہدین نے فاریاب میں دشمن کے فوجی قافلے پر حملہ کیا، جس میں درجنوں فوجی گاڑیاں اور ٹینک مکمل طور تباہ ہوئے۔ جب کہ اس کارروائی میں چالیس فوجی بھی ہلاک ہوئے۔ اگلے روز صوبہ لوگر کے ضلع محمد آغی میں ایک فدائی مجاہد نے گورنر کے کانوائے پر حملہ کیا، جس میں وہ خود زخمی اور 8 دیگر ہلاک ہوئے۔ اس کے اگلے روز فدائی مجاہدین نے صوبہ میدان وردگ میں زیر وؤن بیس پر حملہ کیا، جس میں فوجی بیس مکمل طور پر تباہ اور دشمن کے اعتراف کے مطابق اس میں 126 اہل کار ہلاک ہوئے۔ 27 جنوری کو صوبہ بلخ کے ضلع چمتال میں ایک چوکی فتح کرنے کا اعلان کیا گیا۔

امریکا کے ساتھ کے مذکرات

15 جنوری کو امارت اسلامیہ نے اعلامیہ جاری کر کے واضح کیا کہ افغانستان تنازع کے حل کے لیے مذاکرات بہترین عمل ہے۔ البتہ دباؤ اور فریب کے ذریعے یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ اگر امریکا واقعی مذاکرات کے ذریعے افغان تنازع حل کرنا چاہتا ہے تو ہمسایہ اور اسلامی ممالک کی جانب سے دباؤ لانے کے بجائے زمینی حقائق کا ادراک کرے اور بنیادی مسئلے کے حل کے لیے تعمیری مذاکرات شروع کرے۔ امارت اسلامیہ کے اعلامیہ میں خبر دار کیا گیا تھا کہ اگر امریکا نے طریقہ کار تبدیل نہ کیا تو ہم مذاکرات سے لاتعلقی کا اعلان کر دیں گے۔

20 جنوری کو ایک بار پھر امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے رہنماؤں اور امریکا کے خصوصی نمائندے زلمے خلیل زاد کے درمیان مذاکرات کا چوتھا دور شروع ہوا، جس میں غیر ملکی فوجی انخلا کے اہم موضوع پر فریقین نے تبادلہ خیال کیا۔ امارت اسلامیہ نے 29 جنوری کو واضح کیا کہ غیر ملکی فوجی انخلا کے معاملے پر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا جائے گا۔ افغانستان میں اسلامی حکومت کے قیام اور قومی مفادات پر سودے بازی کریں گے اور نہ ہی لچک کا مظاہرہ کریں گے۔ اس کے بعد سیاسی دفتر کے ترجمان نے بیان جاری کیا کہ مجاہدین جارحیت کے خاتمے کے بعد تمام افغانوں پر مشتمل مضبوط اور مستحکم حکومت کے خواہاں ہیں۔ تمام لوگوں کے ساتھ رواداری اور اخوت کے رشتے قائم کیے جائیں گے۔ 24 جنوری کو امارت اسلامیہ نے اعلامیہ جاری کیا کہ ملا برادر اخند کو امارت اسلامیہ کے امیر کے سیاسی مشاور اور سیاسی دفتر کے سربراہ کے طور پر مقرر کیا گیا ہے۔

ناکامی کا اعتراف

3 جنوری کو امریکی صدر ٹرمپ نے میڈیا کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ وزیر دفاع جنرل میٹس کو اس لیے عہدے سے برطرف کیا گیا کہ وہ افغان جنگ سلجھانے میں ناکام رہے ہیں۔

غلامی کو دوام بخشنے کا مطالبہ

31 جنوری کو کابل انتظامیہ کے سربراہ اشرف غنی نے ٹرمپ کے نام ایک خط لکھا۔ اس میں انہوں نے مطالبہ کیا کہ وہ افغانستان سے اپنی فوج کے انخلا کا فیصلہ نہ کریں۔ جس کے جواب میں ٹرمپ نے ٹویٹ کرتے ہوئے واضح کیا کہ ہم افغانستان سے اپنی فوج واپس بلانا چاہتے ہیں۔ امارت اسلامیہ نے اشرف غنی کا یہ اقدام باعثِ شرم قرار دیا۔

انسانی حقوق کی خلاف ورزی

کابل انتظامیہ نے کرپشن، رشوت، اقتصادی اور سکیورٹی کمزوری میں ریکارڈ قائم کیا ہے۔ 13 جنوری کو انسانی حقوق کی بین الاقوامی تنظیم نے خبر شائع کی۔ اس کے مطابق اشرف غنی کی جانب سے قاتل اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے مرتکب اسد اللہ خالد کو وزیر دفاع مقرر کرنا باعث تشویش ہے۔ انہوں نے سابقہ دور میں قندھار اور غزنی میں متعدد شہریوں کو جسمانی اور جنسی تشدد کا نشانہ بنایا۔ ان کی جانب سے انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیاں کی گئی ہیں۔

ماہ جنوری 2019 میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کی ہلاکتیں	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
-1	قندھار	118		0	0	172	145	53	0	4	
-2	ہلمند	172		2	0	212	274	53	29	16	
-3	زابل	58		0	0	118	78	18	3	8	
-4	روزگان	18		7	12	54	34	4	13	4	
-5	ہرات	43		6	8	83	75	21	6	4	1
-6	فراہ	26		0	0	34	23	7	2	0	
-7	بادغیس	26		1	0	118	57	20	10	17	
-8	نیمروز	5		0	0	4	7	2	0	0	
-9	غور	6		0	0	8	13	3	0	0	
-10	فاریاب	47		10	11	115	166	153	18	8	
-11	کونڑ	30		0	0	12	10	1	0	1	
-12	نورستان	4		0	0	3	7	0	0	0	
-13	غزنی	65		0	1	143	97	31	1	0	
-14	خوست	18		0	0	22	10	5	0	0	
-15	میدان ورگ	11	1	0	0	101	101	9	3	0	1
-16	لوگر	7	1	0	0	5	13	2	1	0	١
-17	کاپیسا	23		0	0	39	17	0	0	0	
-18	پکتیا	23		0	0	32	13	0	0	0	
-19	پکتیکا	6		0	0	18	8	1	1	0	
-20	ننگرہار	23		0	0	54	76	16	1	1	
-21	لغمان	36		0	0	29	32	6	1	0	
-22	کابل	9	1	5	10	3	13	6	5	0	1
-23	پروان	11		0	0	21	13	3	1	1	
-24	قندوز	20		0	0	38	18	3	0	0	
-25	بغلان	22		0	0	63	20	9	6	2	
-26	تخار	4		0	0	5	6	0	0	0	
-27	سمنگان	4		0	0	11	5	0	0	0	
-28	بدخشان	4		0	0	4	0	0	0	0	
-29	جوزجان	10		0	0	28	2	0	0	1	
-30	بلخ	29		0	0	104	55	6	1	0	
-31	بامیان	0									
-32	سرپل	6		0	0	25	44	6	0	0	
-33	دای کنڈی	2		0	0	5	3	0	0	0	
-34	پنجشیر	0									
مجموعہ		886	3	31	42	1683	1435	438	102	67	4

بصیرت کی آنکھیں کھلی رکھیں

تحریر: اکرم تاشفین

ماہنامہ شریعت کی اشاعت کا ساتواں برس پورا ہو رہا ہے۔ ماہنامہ شریعت اپنی اشاعت کی یہ ساتویں سالگرہ ایسے حالات میں منا رہا ہے جب کفریہ طاقتوں کو شکست کا سامنا ہے۔ ان کی یہ شکست بہت کھل کر سامنے آ گئی ہے۔ صلیبیوں نے کئی سالوں سے اپنی شکست پر بہت پردے ڈالنے کی کوشش کی۔ جانی، مالی نقصان ہمیشہ کم کر کے بتایا۔ اپنے عوام کو افغانستان کی اصل صورت حال سے بے خبر رکھا۔ یہ سب کوششیں بے سود گئیں۔ آج سترہ برس کا عرصہ گزرا ہے کہ اس عرصے میں سپر پاور کا سارا کس بل نکل گیا ہے۔ مذاکرات میں ایک ہی بات پر بار بار اصرار ہے کہ افغانستان میں رہنے کے لیے صرف ایک اڈا ہی دیا جائے۔ ذرا سترہ برس قبل 2001 کو یاد کریں۔ صدر بش کی رعونت کو ذہن میں لائیں۔ امریکی طمطراق کا اندازہ لگائیں۔ وہ جو نت نئے تباہ کن میزائل سسٹم اور طیارے ہمیں دکھائے گئے، جن کو لے کر امریکا سارے ملک کو زیر و زبر کرنے آ رہا تھا۔ ہم نے انسانیت کی تباہی کے لیے بنائے گئے مغرب کے وہ ہتھیار دیکھے۔ کیسی کیسی ہوش ربا کہانیاں سنائی گئیں۔ یقیناً ایمان والوں کے لیے آزمائش کا یہ سخت مرحلہ تھا۔ کمزوروں کا ایمان اور بھی کمزور ہو گیا۔ البتہ جن کا ایمان مضبوط اور توکل اللہ پر تھا، ان کے ایمان میں کوئی تزلزل نہ آیا۔

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے ایک فقرہ کہہ کر حکومت کو لات ماری اور مسلح جہاد کا رخ کیا۔ امریکا نے سارا جاسوسی زور آزما لیا۔ مجاہدین کو ختم کرنے کے لیے کون کون سے حربے نہیں آزمائے گئے۔ امریکی فوج نے افغان شہریوں کو اپنے سے کمتر اور ذلیل مخلوق سمجھ کر ہر طرح سے تشدد کا نشانہ بنایا۔ کابل انتظامیہ کو ہمیشہ اپنی کٹھ پتلی سے زیادہ اہمیت نہیں دی۔ اسی لیے عام امریکی فوجیوں نے جو چاہا افغان عوام پر ظلم ڈھایا۔ ملک میں کوئی حکومت ہوتی تو امریکی مظالم کا محاسبہ لیا جاتا۔ کابل انتظامیہ کو کرپشن اور آپس کی سازشوں سے ہی فرصت نہ تھی۔ عوام نے اسی افغان انتظامیہ کے ہاتھوں چوری، ڈاکے، گروپ بندیاں، ظالمانہ ٹیکس، مظالم اور تشدد جیسے مظالم برداشت کیے۔ سترہ سال تک افغان عوام اور امت مسلمہ کے صاحب درد مسلمانوں نے امریکی مظالم سہے۔ آج امریکا کو مذاکرات کے ذریعے واپسی کا پرامن راستہ تلاش کرتے دیکھ کر ان لوگوں کے کلیجے کو ٹھنڈک پہنچی ہو گی جو امریکی نحوست کا نشانہ بنے۔

آج مذاکرات کے بعد امریکی انخلا کی باتیں ہو رہی ہیں۔ امریکا افغانستان سے نکل بھی جائے تو ایسا ممکن نہیں کہ اپنا بدلہ لینے کے بجائے آرام سے بیٹھ جائے۔ امریکا اندرونی سازشوں سے امارت اسلامیہ کی جڑیں کھوکھلی کرنے کی کوشش کرے گا۔ افغان عوام کو ذہنی طور پر مفلوج، مغلوب اور احساس کمتری کا شکار کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے گی۔ امارت اسلامیہ کے رہنماؤں کو اب تک جہاں ہر وقت حالت جنگ میں رہنا پڑا، وہاں اب ہر وقت آنکھیں کھلی رکھنا ہوں گی۔ دشمن نامعلوم اطراف سے تیر پھینکے گا۔ جدید ہتھیاروں سے حملے ہوں گے۔ کفر کا یہ روز اول سے طریقہ ہے۔ جو جنگ ہتھیاروں سے ہار جاتے ہیں، وہ سازشوں سے جیتنے کی کوشش کرتے ہیں۔ افغان عوام کو دشمن کی اندرونی سازشوں کا ادراک کرنا ہو گا۔ یہ سازشیں ہر رنگ میں ہو سکتی ہیں۔ اب امارت اسلامیہ کے سامنے مشکلات کا ایک جہاں ہے۔ افغان عوام کی اقتصادی حالت، تعلیم، امن و امان کا قیام، اندرونی مفاد پرستوں اور بیرونی قوتوں کی سازشیں، یہ چند بڑے بڑے امور ہیں۔ ان سے نمٹنا امارت اسلامیہ کے لیے بہت بڑا چیلنج ہو گا۔ اللہ تعالیٰ امارت اسلامیہ کو ان مشکلات سے سرخروئی کے ساتھ نکلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ماہنامہ شریعت امارت اسلامیہ کا نقیب ہے۔ امن، خوش حالی اور ترقی کا نقیب یہ امارت اسلامیہ کا واحد اردو ترجمان ہے۔ اسلامی نظام اور دین سے محبت کرنے والے مسلمانوں کے لیے ماہنامہ شریعت امارت اسلامیہ کو پڑھنے اور سمجھنے کا واحد ذریعہ ہے۔ اس کی اشاعت اور مزید پھیلاؤ میں امارت اسلامیہ کے معاون بنیں۔ اس کے وسائل اور پیغام عام کرنے میں دست و بازو بنیں۔ اب تک دنیا بھر کے مسلمانوں نے بھرپور انداز میں افغانستان کے مظلوم عوام کا ساتھ دیا ہے۔ دنیا بھر کے مسلمانوں نے ہمیشہ اخلاقی حمایت سے ان کی مدد کی ہے۔ طالبان کی اخلاقی حمایت اور تعاون امت کے غریب مسلمانوں نے کبھی ترک نہیں کیا۔ مسلمانوں نے اب تک جس ثابت قدمی سے طالبان پر اپنا اعتماد برقرار رکھا، آئندہ کے لیے بھی اپنی آنکھیں کھلی رکھیں۔ امارت اسلامیہ کے حوالے سے بد اعتمادی، پروپیگنڈے اور کمزوری کا شکار نہ ہوں۔ امارت اسلامیہ کے رہنماؤں کے لیے بھی اب آزمائشیں بڑھ گئی ہیں۔ مومن کو اللہ تعالیٰ کی بصیرت میں سے حصہ عطا کیا جاتا ہے۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے بصیرت، تدبر اور فہم کی دعا مانگنی چاہیے۔

SHARIAT Monthly Islamic Magazine
7th Year February 2019

ساتویں سال کی تکمیل پر خصوصی شمارہ